Tazkira Rekhtā

Goyaan.

Husaini, S F. Ali

سلسلۂ مطبوعات انجمن ترقی اُردو نمبر ۷۶

تذکرۂ ریختہ گویاں

مولفۂ

سید فتح علی حسینی گردیزی

مرتبہ

مولوی عبدالحق صاحب بی - اے (علیگ)
معتمد اعزازی انجمن ترقی اُردو

مطبوعہ مطبع انجمن ترقی اُردو
اورنگ آباد (دکن)

سنہ ۱۹۳۳ عیسوی

طبع اول - ایک ہزار

قیمت فی جلد :-

مجلد ایک روپیہ چار آنے سکۂ انگریزی

غیر مجلد بارہ آنے سکۂ انگریزی

فہرست

مقدمہ

یہ تذکرہ سید فتح علی حسینی الرضوی الگردیزی کی تالیف ہے - سید فتح علی سادات گردیز میں سے تھے - ان کے والد سید عوض خاں محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں لشکر بادشاہی کے بخشی تھے اور امیرانہ بسر کرتے تھے - محمد شاہ کے انتقال کے بعد ان کے فرزند اور جانشین احمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں کچھ عرصے کے لیے نیابت صوبہ دار لاہور کی خدمت پر سر افراز ہو گئے تھے - احمد شاہ ابدالی نے جب دلی پر حملہ کیا تو سید صاحب مردانہ وار لڑتے لڑتے شہید ہو گئے —

ان کے بڑے فرزند سید فتح علی حسینی اپنے وقت کے مشائخ اور صوفیا میں شمار کیے جاتے تھے اور جو شجرہ ان کا تحریر کیا ہوا مجھے ملا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے وہ مخدوم میر جہاں (خلیفہ مخدوم شاہ عالم محمدی خلیفہ میر سید محمد کبیر خلیفہ شیخ محب اللہ الہ آبادی) سے بیعت تھے اور ان کے خلفا میں سے تھے —

اس امر کا ثبوت کہ ان کا شمار اپنے وقت کے بزرگان دین اور شیوخ میں تھا، میر قدرت اللہ قاسم (صاحب تذکرہ و دیوان) کے کلام سے بھی ملتا ہے۔ وہ انھیں اپنا پیر و مرشد کہتا ہے اور اپنے کلام میں جگہ جگہ ان کی مدح و ثنا کرتا ہے۔ چنانچہ اپنی مثنوی کرامات پیران پیر * میں یہ اشعار ان کی نسبت لکھے ہیں —

گیا جب جہاں سے وہ ناصح کریم † ہوا اور برس آٹھویں یہ یتیم
پس از رحلت والد خوش یقین یہ سہ سال اے مرد نیک دین (؟)
ہدایت سے ایک سید پاک کی گزیں نخلۂ باغ لولاک کی
کہ ہے میر فتح علی خاں لقب حسینی تخلص حسینی نسب
حسب اور نسب اس کی ہے آفتاب ہے مستغنی الذکر درج کتاب
نہایت ہی عالی نسب وہ بزرگ بغایت ہے والا حسب وہ بزرگ
وہ ہے آج شیخ الشیوخ زماں طریق شریعت کراں تا کراں
وہ توحید کا بحر اخضر ہے آج وہ اس علم میں شیخ اکبر ہے آج
وہ ہے ہادی رہروان خدا دلیل بزرگان صاحب صفا
وہ ہے آج میاں شیخ مردم تراش فقیر اس سے لازم ہے سیکھیں معاش
کہ ہے آج وہ پیر روشن ضمیر امیر و فقیر و فقیر و امیر

---

* کتاب خانہ نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی (حبیب گنج)

† اپنے والد سے مراد ہے

توکل ہے اس کا وہ چست و درست کہ ابر سیہ دل جو ہو مہر سست
نہ یک سال بل سالہائے دراز تلے اپنی جا سے نہ وہ سرفراز

غرض اس طرح وہ ان کی مدح میں برابر لکھتا چلا گیا ہے - علاوہ اس کے قاسم نے اولیا اور صوفیا کے کئی سلسلوں کے بزرگوں کے نام نظم کیے ہیں جو اس کے کلیات میں پائے جاتے ہیں - ان سلسلوں میں کئی جگہ فتح علی کا نام آیا ہے - مثلاً سلسلۂ علیہ حضرات قادریہ کے سلسلے میں لکھتے ہیں —

حالیا یعنی دعا سر می کنم شعلہ از داغ دلے بر می کنم
یا الٰہی تو بآں عالی نسب آنکہ شد فتح علی خانش لقب

انھیں حضرات کے سلسلے میں ایک دوسری جگہ یوں ذکر کیا ہے —

مدنا جاتے از سینہ سر می کنم ز سوز دروں شعلہ بر می کنم
الٰہی بہ شیخے حسینی لقب دل آگاہ و فتح علی خاں لقب

شجرۂ طیبۂ حضرات چشتیہ نظامیہ صابریہ کے ذیل میں اس طرح بیان کیا ہے —

بہ دست آویز ایں رنگیں فسانہ مدنا جاتے کنم سر عاشقانہ
خداوندا بآں فتح علی خاں حسینی انتساب و قبلۂ جاں

حضرات صابریہ و نظامیہ کے سلسلے پھر ایک جگہ لکھتے ہیں —

بحر الصلاح عمدۂ حاجات شوریدہ کنم سر مناجات
یارب تو بہ شیخ پاک مذہب آں فتح علی حسینی اهذب
یارب تو بہ شیخ دینداراں آں مہر جہاں و پیر دوراں

قاسم نے اپنے تذکرہ مجموعہ نغز میں بھی ضمناً تین چار جگہ ان کا ذکر ایک مرشد و ہادی کی حیثیت سے کیا ہے ' سید غالب علی خاں برادر فتح علی حسینی کے ذکر میں لکھا ہے :—

" سید فتح علی حسینی سلمہ الرحمن علایق دنیا را خیر باد گفتہ بمسند ارشاد پاے تمکین استوار کردہ زہد و توکل را کار بستہ "

مرزا مسیح اللہ بیگ مسیح کے متعلق لکھا ہے :—

" تصحیح نسخۂ آدمیت از جناب فیض مآب ہادی سالکان میر فتح علی حسینی مدظلہ نمود "

میر یوسف علی یوسف کے متعلق لکھا ہے :—

" دست بیعت بدست حق پرست آگاہ رموزات صفتی و عینی سید فتح علی خاں حسینی دادہ مدظلہ و ساہم ربہ و از خدمت سراپا برکت جناب ہدایت انتساب حضرات ایشان فیوضات دنیوی و اخروی می ربایند و کسب سعادات

کونیدنی می نماید"

سید صاحب کے ایک مرید شاہ محمد اسحق حسینی نے سنہ ۱۲۰۴ھ میں اپنے مرشد کے بعض مکتوبات و کلمات جو انہوں نے بعض درویشوں اور طالبوں کے نام تحریر فرمائے تھے اور انہیں صاحب کے قلم سے لکھے گئے تھے' نیز بعض نکات و مقالات جو مختلف اوقات میں اپنے احباب اور عزیزوں سے بیان فرمائے؛ ایک جگہ جمع کردئے اور اس مجموعہ کا نام "ارشادات" رکھا —

ان مکتوبات اور رسائل کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب ایک با خبر صوفی اور صاحب علم و فضل تھے - اس مجموعے میں علاوہ دیگر مکتوبات کے خاص خاص رسائل یہ ہیں —

۱ - کشف الاستار فی معرفة الاسرار

یہ رسالہ وحدة الوجود کی تحقیق میں ہے —

۲ - مرآة العرفان

یہ رسالہ حصول معرفت و عرفان میں ہے اور بعض صوفی شعرا اور عرفا کے اقوال سے رسالے کو زینت دی ہے —

اس رسالے کے خاتمے پر جو عبارت انھوں نے لکھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تعلق ایک امیر منعم الدولہ محمد بلند خاں سے تھا ، وہ ان کے ساتھ دو آبے کے سفر میں تھے اس وقت باوجود ناسازیٔ طبع کے یہ رسالہ تحریر فرمایا - اور وعدہ کیا ہے کہ بشرط حیات وجمعیت خاطر جو خیالات اس بارے میں میرے دل میں ہیں انھیں پھر لکھوں گا —

۳ - ابطال الباطل

اس زمانے میں بعض صاحبوں نے شیخ محمد علی حزیں کے کلام پر اعتراضات کیے تھے - ان سب کے مقدہ اور پیشوا خان آرزو تھے . سید صاحب نے اس رسالے میں بعض اعتراضات کی تردید کی ہے اور تائید میں اساتذہ کا کلام پیش کیا ہے اس سے ان کی وسعت نظر اور ذوق سخن کا اندازہ ہوتا ہے —

۴ - نور ہدایت

باقر خاں مرحوم کی طرف سے یہ سوال پیش ہوا تھا کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ کے مابین جو لڑائیاں ہوئی تھیں اور جانبین سے جو لوگ قتل

ہوے تھے تو کیا دونوں طرف کے مقتولین " شہید " ہوے یا صرف ایک طرف کے - اس کا جواب قاضی محمد مبارک گوپا موی نے دیا تھا ' اس پر مولوی محمد اللہ راج گیری نے شبہ وارد کیا ' اس شبہے کے جواب میں یہ رسالہ تحریر ہوا —

٥ - معرفتہ الفقر

یہ رسالہ جیسا کہ وہ خود تحریر فرماتے ہیں ان کی زندگی کے آخری زمانے کی تالیف ہے اور نام بھی تاریخی ہے ان کے الفاظ یہ ہیں —

" ایں ذخیرۂ قصیرہ کہ از تالیفات اواخر عمر بے حاصل عاطل ایں تہی کیسہ بے سرمایہ با متاع کاسد گرا نمایہ است .... بہ معرفتہ الفقر کہ سال اتمام و اختتام ایں اوراق است ؛ مخاطب و موسوم گردد ' انسب می نماید

ایں نسخۂ عرفاں کہ پذیرفت انجام تاریخ شدہ ثبت بہ سال اتمام
درگوش خرد دوش حسینی گفتہ کا مد بدلم معرفتہ الفقر الہام

اس سے سنہ ۱۲۰۱ ھ نکلتا ہے - اس رسالے میں بھی وحدۃ الوجود کا بیان ہے —

ان رسالوں سے نیز قاسم کے کلام سے جو شروع میں لکھا گیا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب شاعر بھی تھے اور حسینی تخلص کرتے تھے - اپنے ذوق شعر کا ذکر اس تذکرے کے دیباچے میں بھی بڑی حسرت سے کیا ہے - افسوس کہ ان کا کلام دستیاب نہیں ہوا - ان رسالوں میں جو ایک دو جگہ ان کے اشعار ضمناً آگئے ہیں وہ یہاں لکھے جاتے ہیں —

رسالۂ مرآۃ العرفان میں انھوں نے اپنے دو شعر لکھے ہیں جو یہ ہیں —

قاسم وجہ را خواندیم در کلامش
درشش جہت حسینی حیراں آں لقائیم
چشم وحدت یکشا مسجد و بتخانہ یکیست
کفر و اسلام یکیے کعبہ و بتخانہ یکیست

اپنے ایک مکتوب میں جس میں مشاہدہ و مراقبہ پر بحث کی ہے اپنی ایک غزل بھی لکھی ہے جو یہاں درج کی جاتی ہے —

حسن او را در لباس زشت و زیبا بنگرم
یک حقیقت درمیاں لعل و خارا بنگرم
کثرت موہوم کے گردد حجاب وحدتم
منکہ در ہر ذرہ آں خورشید سیما بنگرم

صورت و معنی بہم ہر دو گہے بینم عیاں
گاہ در صورت بہ بینم گاہ معنی بنگرم

عاشق بیباکم و بے پردہ می گویم سخن
بے جہت راشش جہت من آشکارا بنگرم

حسن او بے پردہ امروز است در چشم عیاں
من نہ آں باشم کہ روئے یار فردا بنگرم

وحدۃ صرفت در غیب و شہود اہل دیدہ
من نہ لا چوں شیخ می دانم نہ الا بنگرم

چشم وحدت بیں حسینی ننگرد جز آب صاف
گر حباب و قطرہ و گر موج و دریا بنگرم

معلوم ہوتا ہے کہ اردو میں شعر کہنے کا شوق نہ تھا، ان رسالوں میں تو اردو شعر لکھنے کا کوئی موقع نہ تھا کیونکہ یہ سب کے سب فارسی میں ہیں لیکن تذکرے میں بھی کہیں اس کا پتا نہیں لگتا۔ اگر ریختے سے شوق ہوتا تو وہ ضرور تذکرہ نویسوں کے دستور کے مطابق اپنا نام بھی درج کرتے۔ قاسم کے بیان سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض شاعروں کو شعر و سخن میں اصلاح دیتے تھے۔ مسیح کے ذکر میں ہے —

"شعر خود ہم با صلاح حضرت ایشان (فتح علی حسینی) درست می فرمود"

ثناء اللہ خاں فراق نے سید صاحب کے انتقال

کی تاریخ اس مصرعے سے نکالی ہے —

کہا ہاتف نے انتخاب صاف *

اس سے سنہ ۱۲۲۴ نکلتا ہے —

گردیزی نے اپنا تذکرہ ایسے زمانے میں لکھا جب کہ ریختہ گو شعرا کے صرف چند ہی تذکرے لکھے گئے تھے ۔ ان تذکروں سے وہ اپنی بیزاری ظاہر کرتے ہیں اور تذکرہ نویسوں کو یہ الزام دیتے ہیں کہ ان عزیزوں نے اپنی تالیف کی علت غائی معاصرین سے ستم ظریفی اور اپنے ہمسروں کی خردہ گیری قرار دی ہے ' اصل حقیقت کے اظہار میں اختصار سے کام لیا ہے اور بے اعتنائی کی وجہ سے اکثر "نازک خیال ' رنگین نگار " شعرا کے حالات قلم انداز کردیے ہیں ۔ اور حالات و اخبار کے بیان میں صریح غلطیاں کی ہیں ۔ یہ رنگ دیکھ کر خود ایک تذکرہ لکھنے کا ارادہ کیا جس میں نامور شعرا کے حالات بے رو و رعایت اور ازروے انصاف درج کیے ہیں اور ترتیب حروف تہجی کے حساب سے رکھی ہے —

گردیزی نے ان تذکروں کے نام نہیں لکھے ' لیکن جہاں تک تحقیق سے ہمیں معلوم ہوا ہے گردیزی کی تالیف کے زمانے میں یا اس سے کچھ قبل '

* دیباچۂ ارشادات (قلمی)

یہ چند تذکرے لکھے گئے تھے —

(۱) تذکرہ سید امام الدین خان بعہد محمد شاہ (۲) تذکرۂ خان آرزو (۳) تذکرۂ میر نکات الشعرا سنہ ۱۱۵۶ھ (۴) تذکرۂ سودا (۵) معشوق چہل سالۂ خود نوشتۂ خاکسار ۱۱۶۵ھ (۶) تحفتہ الشعرا مولفہ افضل بیگ قاقسال اورنگ آبادی ۱۱۶۵ھ (۷) گلشن گفتار مولفہ خواجہ خان حمید اورنگ آبادی ۱۱۶۵ھ —

ممکن ہے کہ دو ایک اور بھی تذکرے ہوں جن کا پتہ اب تک نہیں لگا - سید امام الدین خان، خان آرزو، سودا اور خاکسار کے تذکرے اب تک دستیاب نہیں ہوے، البتہ بعض کتابوں اور تذکروں میں ان کا حوالہ ملتا ہے - باقی شاید ہی گردیزی کی نظر سے گزرے ہوں کیونکہ یہ ایسے مقامات میں لکھے گئے تھے جہاں سے ان کا گردیزی تک پہنچنا قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا - اس نے اپنے سارے تذکرے میں کہیں کسی تذکرے کا حوالہ نہیں دیا بلکہ اشارہ تک نہیں کیا - یہاں تک کہ خان آرزو، میر، خاکسار اور سودا کے حالات میں ان کے تذکروں کا مطلق ذکر نہیں کیا - البتہ قرائن سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ میر کا تذکرہ اس کی نظر سے ضرور گزرا ہے - اور دیباچے میں جو اس نے تذکرہ نویسوں کے خلاف

زہر اگلا ہے اس کا ہدف نکات الشعرا ہی ہے - میر صاحب
پہلے تذکرہ نویس ہیں جنھوں نے صحیح تنقید سے کام
لیا ہے اور جہاں کوئی سقم نظر آیا ہے بے رو و رعایت
اس کا اظہار کردیا ہے اور ہر شاعر کے متعلق جو ان
کی رائے ہے اس کے ظاہر کرنے میں انھوں نے مطلق
تامل نہیں کیا - یہ بات ہمارے تذکرہ نویسوں میں عام
طور سے مفقود ہے - وہ اپنے گروہ کے شاعروں کی جا و
بیجا تعریف کرتے ہیں اور حریف گروہ والوں کی تعریف
اول تو کرتے نہیں اور جو کرتے بھی ہیں تو دبی زبان
سے اور اس میں بھی کوئی چوٹ ضرور کر جاتے ہیں -
میر صاحب کی شان اس سے بہت ارفع تھی وہ کسی
جتھے سے تعلق نہیں رکھتے - علاوہ اس کے میر صاحب
نے حالات بیان کرنے میں بھی تا مقدور صحت سے
کام لیا ہے اور بعض غلط فہمیوں کو سب سے اول انھوں
نے رفع کیا ہے —

بعض اور اصحاب کی طرح گردیزی کو بھی یہ بات
ناگوار گزری کہ اس کے بعض دوستوں پر میر صاحب
نے بیباکی سے نکتہ چینی کی یا ان کی طرف سے
بے التفاتی کی - لہذا حق دوستی ادا کرنے کے لیے اس
نے خود ایک تذکرہ لکھا جسے افسوس ہے کہ

فروغ نہ ہوا ــ

دوسرا ثبوت اس بات کا کہ میر صاحب کا تذکرہ گردیزی کی نظر سے گذر چکا تھا ، یہ ہے کہ میر صاحب نے ریختے کی فصاحت وغیرہ کے متعلق جو خیالات اپنے تذکرے کے آخر میں ظاہر فرمائے ہیں ، ہو بہو وہی گردیزی نے اپنے تذکرے کے دیباچے میں نقل کر دیے ہیں ، البتہ کہیں کہیں الفاظ کا تغیر ضرور پایا جاتا ہے ــ

ہمارے اس قیاس کی تائید میں ایک پر لطف بات یہ ہے کہ میر صاحب کے حالات میں صرف دو تین ہی سطریں لکھی ہیں جس سے صاف بے اعتنائی ٹپکتی ہے اور طرفہ یہ ہے کہ ان کے کلام کی تعریف میں وہی چند لفظ لکھے ہیں جو اس سے قبل حشمت کے کلام کی توصیف میں لکھا آیا ہے ــ

حشمت کی نسبت لکھا ہے

" دیوانش فقیر سیر کردہ و چشمے آب دادہ ، حقا کہ دراں تلاش معنئی تازہ کردہ و الفاظ رنگیں بروے کار آوردہ " ــ

میر صاحب کی نسبت فرماتے ہیں

" فقیر سیر اشعارش نمودہ و چشمے آب دادہ ، حقا کہ دراں تلاش معنئی بیگانہ

کردہ است و حرف آشنا را بروے کار

آوردہ " —

کہاں حشمت اور کہاں میر صاحب! اور یہ روکھی پھیکی تعریف بھی جس بے دلی سے کی ہے وہ ظاہر ہے خصوصاً جب ہم اس کا مقابلہ دوسرے معمولی شاعروں کے ذکر سے کرتے ہیں جو گردیزی نے اپنی کتاب میں کیے ہیں تو اور بھی حیرت ہوتی ہے۔ لیکن سب سے بڑی ستم ظریفی یہ کی ہے کہ حالات کے بعد میر صاحب کے کلام میں سے صرف ایک شعر نقل کیا ہے اور وہ بھی بہت ہی معمولی۔ حالانکہ معمولی سے معمولی اور گمنام شاعروں کا کلام سے بھی (جب مل گیا ہے تو) صفحے دو صفحے ضرور نقل کردیے ہیں —

یہ گویا اس نے انتقام لیا ہے؛ لیکن انتقام لینے والا اکثر گھاٹے میں رہتا ہے۔ وہ سمجھا ہوگا کہ اس کے بعد میر صاحب کا کلام نظروں سے گر جاے گا اور کوئی اس کا پڑھنے والا نہ ملے گا۔ معاملہ اس کے برعکس ہے - میر صاحب کی قدر اب بھی ویسی ہی ہے جیسی ان کے زمانے میں تھی اور گردیزی کے تذکرے کو کوئی جانتا بھی نہیں —

گردیزی نے جس دعوی کے ساتھ اس تذکرے

کے لکھنے کا قصد کیا ھے اس کا کتاب میں کہیں نشان نہیں ملتا - اس میں کہیں غلط حالات کی تصحیح کی گئی ھے نہ مظلوم ھمسروں اور ھم عصروں کی بھبھا خردہ گیری کا جواب دیا گیا ھے نہ اُن نازک خیال رنگین نگار شعرا کے حالات کا اضافہ کیا گیا ھے جو دوسروں کی بے اعتنائی کے شکار ھوگئے تھے اور نہ ان حقائق کو آشکارا کیا جو دوسرے تذکرہ نویسوں کے ایجاز کی وجہ سے نظروں سے پوشیدہ تھے - ایسی صورت میں اس کا دعوی بے دلیل اور اس کا الزام بے بنیاد ھے —

گردیزی نے کل اٹھا نوے شعرا کا تذکرہ لکھا ھے جن میں تقریباً اڑسٹھ ایسے ھیں جن کے حالات ایک ایک دو دو سطروں سے زیادہ نہیں - باقی کو تین تین چار چار سطروں میں بھگتا دیا ھے البتہ مظہر جان جاناں اور خان آرزو پر آدہ آدہ صفحہ لکھا ھے اور یقین کے لیئے صرف آٹھ نو سطریں ، اگرچہ وہ اس کے بہت مداح ھیں ۔ اس اس پر بھی حالات کچھ نہیں - مجموعی طور سے دیکھا جاے تو طویل انتخابات وغیرہ ملا کر فی شاعر ایک صفحے سے کچھ ھی زیادہ کا اوسط پڑتا ھے - ایسی حالت میں دوسروں کو ایجاز و اختصار کا الزام کس منہ سے دے سکتے ھیں —

مولف نے انھیں شاعروں کا تذکرہ لکھا ھے جو اس کے ہم عصر تھے اور ان میں اکثر سے بالواسطہ یا بلا واسطہ اس کی ملاقات تھی، جس کا اظہار اس نے موقع موقع سے کردیا ھے۔ کلام پر راے معمولی اور شاعرانہ انداز میں ھے، کہیں ان کے طبع نقاد کی جودت یا ذوق سخن کی کیفیت کا اظہار نہیں ھوتا۔ البتہ دو مقام ایسے آئے ھیں جہاں انہوں نے اپنی معمولی چال چھوڑ کر سخن گسترانہ قدم اٹھایا ھے۔ پہلا مقام وہ ھے جہاں حزیں کے شعر پر اعتراض کیا ھے (ملاحظہ صفحہ ۳۷ - ۳۸) اور وہ اعتراض بھی بے جوڑ سا ھے۔ دوسرا مقام خاکسار کے حالات میں آتا ھے۔ اگرچہ وہ اس شخص کے قائل نہیں لیکن اس بات پر بہت خفا ھیں کہ بعض صاحبوں نے اس کے اشعار کو ناموزوں کہا ھے اور زمرۂ شعرا سے خارج کردیا ھے۔ یہ بھی میر صاحب پر چوٹ ھے * —

گردیزی نے کل اٹھانوے شعرا کا تذکرہ لکھا ھے۔ میر صاحب کے ھاں ایک سو دو شعرا کا ذکر ھے۔ میر صاحب کے تذکرے میں ایسے انتیس شاعروں کا ذکر ھے جو گردیزی کے تذکرے میں نہیں اور گردیزی کے ھاں

* نکات الشعرا ص ۱۲۲ (مطبوعہ انجمن ترقی اردو)

پچیس ایسے شاعر ہیں جو میر صاحب کے تذکرے میں نہیں پائے جاتے —

یہ تذکرہ سنہ ۱۱۶۶ ھ میں تصنیف ہوا جیسا کہ خاتمہ پر خود مولف نے تحریر کیا ہے - یعنی اس کی وفات سے اٹھاون سال پہلے کی تالیف ہے - اس سے ظاہر ہے کہ یہ مولف کے ابتدائی زمانہ کی مشق ہے —

ہمارے شعرا کے تذکرے گو جدید اصول کے مطابق نہ لکھے گئے ہوں تا ہم ضمنی طور پر ان میں بہت سی کام کی باتیں مل جاتی ہیں جو ایک ادیب اور محقق کی نظروں میں جواہر ریزوں سے کم نہیں ہوتیں - اسی لیے انجمن ترقی اردو نے قدیم تذکروں کے شایع کرنے کا خاص اہتمام کیا ہے اور یہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے —

یہ تذکرہ ہم نے تین مختلف قلمی نسخوں سے مرتب کیا ہے - ان میں سے ایک خاص طور پر قابل ذکر ہے جیسا کہ کاتب تذکرہ کی عبارت سے معلوم ہو گا کہ وہ حیدرآباد میں سید عبدالولی عزلت کے لیے سنہ ۱۱۷۲ ھ میں (یعنے تصنیف سے چھ سال بعد) لکھا گیا تھا -

عبدالحق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتداے سخن بحمد سخن آفرینے سزا است کہ سر لوح نسخۂ کائنات را بنور محمدی مذہب فسون و افتتاح کلام بثناے متکلمے روا است کہ سجل رسالت را بمہر نبوتش مزین فرمود۔ ثم اتم الصلاۃ بر آن دیباچۂ دیوان ایجاد و فطرت کہ دفتر منشیان بلاغت نشان تا بمدحش معنون نہ گردد و شیرازۂ جمعیت نہ پزیرد۔ و اکمل تحیات بآں خاتمۂ مصحف بعثت و رسالت کہ تا صدر دیوان شعراے فصاحت بیان بہ نعتش مزین نشود حسن قبول بخود نگیرد۔ و چمن چمن گلہاے منقبت نثار اولاد نامدار و اصحاب اخیارش باد کہ یگانۂ درگاہ صمدیت وخاصۂ بارگاہ احدیت اند رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اما بعد آبیار گلستان لفظ و بوستان معنی فتح المدعو بہ علی الحسینی الگردیزی مکشوف مشفقان * راست آئین و

---

*[ن] منصفان ۔

دیده‌وران حق بین می گرداند که دریں دے ماه فضل و کمال و برگ ریز گلشن فکر و خیال که از هجوم برودت طبائع، والحوق افسردگی بنا بر عروض وقائع سرد مهری یاران گرم جوش و پژ مردگی دوستان انصاف نیوش، یخ در جگر بخار بسته است و هم گرم در گلو شکسته، دماغ گفتگو کجا است و سر تکلم کرا، نعم ماقیل -

کجا است محرم رازے که عقده بکشاید
که آه در جگر و ناله در گلو گره است

از بے مهری سپهر نا هنجار چه نالم که مصرع مسرت و دل خوشی را مانند نقش بهت عاطل از صفحه روز گار حک ساخته و از نا رسائی* زمانهٔ نا هنجار چه گریم که بیت بهجت و خورمی رابسان فرد باطل از دیوان لیل و نهار بر انداخته - اکنوں مضمونے غیر از خاموشی بگرد دل نمی گردد و معنی جز آب بستن بخاطر نمی گزرد، مگر غزلے در مرثیهٔ دلهاے مرده گفته شود ولے بنوحه و فریاد واگرآید† مع ذالک پیش هم پیشگان خسیس مداوا و خرده گیران بیمایهٔ کافر ماجرا که قوالب خالي از جان وصور عاری از معنی اند سخن را که بهیں متاع و مهین کالے دکانچه صناعت است و بصرت

---

* [ن] ناسازی زمانهٔ نابکار † [ن] کرده آید

نقد جان و خون دل دست می دهد دریں کساد بازاری و ژولیده روز گاری عرض دادن آبرویش بر خاک ریختن و در عرض آن افتادن است - بنا بریں از مدتے دکان سخن را تخته نموده مہر سکوت بر لب گویا زده دست از تسوید نظم و نثر کشیده زندگی دو روزه سپری می کرد لیکن از آنجا که عشق سخن به آب و گلم سرشته اند و تخم معنی بمشت خاکم کشته از ملاحظهٔ تذکرهاے اخوان زمان که مشتمل بر اسامی ریخته گویان عهد محرر ساخته اند و علت غاے تالیف شان خرده گیری همسران و ستم ظریفی با معاصرانست در اظهار مافی نفس الامر * بایجاز پر داخته بلکه از جهت عدم اعتنا و قلت تتبع کرد اکثر نازک خیالان رنگین نگار را از قلم انداخته معهذا در تصحیح اخبار و تحقیق احوال اعزه غلط صریح بکار برده و خطا هاے نمایان کرده اند ' بخاطر فاتر ریخت که تذکرهٔ مرقوم سازد بے رو دیده گی از روے انصاف خالیا عن الاعتساف و اسامی نامی شعرا را به ترتیب حروف تهجی بنویسد تا حاضران را تذکارے و غائبان را یادگارے بود الله در قائله —

غرض نقشے است کز ما یاد ماند   که هستی را نمی بینم بقائے
مگر صاحبدلے روزے برحمت   کند در حق این مسکین دعائے

---

* [ن] نفس الدهر

بعد هذا آشنایان این فن را مخفی* نماند که چون تذکرۂ ریختہ گویان است شمۂ از معنی ریختہ بتقریب سخن در مطاوی خطبہ مذکور می گردد والی اللہ نصیر الامور ۔ و آن شعرے است بزبان اُردوے معلیٰ مملکت ہندوستان حرسہ اللہ تعالیٰ بطرز شعر فارسی در موزونیت و انجاے آن بر چند قسم است ۔ قسمے است کہ مصرع اول فارسی و ثانی ہندی و دوم کہ نصف مصرع فارسی و نصف ہندی باشد ۔ نزدیک تازہ گویان مستہجن و مستقبح است اما ترکیبات فارسی کہ مناسب و مانوس بزبان ریختہ اُفتد جائز و ترکیب غیر مانوس الاستعمال جائز نے ۔ و فارق و ممیز این امور جز صاحب سلیقہ زبان دان کہ با فصاحت و بلاغت آشنا باشد دیگرے نمی تواند شد ۔ و ایہام کہ در زمان سلف ترویج یافتہ بود اکنون طبیعت ہا مصروف باین صنعت کم اند مگر بسیار بشستگی و رفتگی بستہ شود ۔ و ایہام در اصطلاح ارباب بدیع عبارت ازان حرف است کہ بناے بیت برو باشد و آن در معنی دو محل داشتہ باشد ؛ یکے قریب و

---

* (ن) بیگانہ ۔

دیگرے بعید و در آں مقام معنی بعیدہ منظور شاعر باشد و قریبہ متروک آن - و انداز کہ مختار تازہ گویان زمان است محیط صنعتہاے فصاحت و بلاغت است - فصاحت کلام عبارت از خلوص آنست از ضعف تالیف عبارت از کلام غیر مطابق قواعد مشہورۂ نحویہ است و تنافر کلمات ثقیلہ آنست بزبان و بلاغت عبارت از مطابقت کلام است بمقتضاے مقام مع فصاحت کلام و "مقام" چیزے است کہ متکلم را باعث است بر تکلم علی وجہ مخصوص از انجا کہ بیان معلی حوالہ بہ کتب مبسوطہ است و بدون مطالعہ آنہا بطریق اوفی حاصل نمی گردد و دریںجا راہ ایجاز و اختصار می پیماید و در اطالت و اطناب نمی کشاید و چشم از مشفقان راست بین کہ دیدہ را بکحل الجواہر انصاف نورانی ساختہ اند آن دارد کہ بحکم بشریت کہ خطا رسم آبائی است اگر تقدیم ماحقہ التاخیر و تاخیر ماحقہ التقدیم در الفاظ و معانی ایں عاصی کہ چند جزو کاغذ را مانند نامۂ اعمال خود سیاہ نمودہ است یابند کار بہ ستاری فرمودہ پردہ از روے معائب نہ کشند و از نا پلنگی آہو نہ گیرند کہ ایں کار سگ است بلکہ از راہ کرم بتصحیح اغلاط متواقعہ پردازند

که درین قول است مصرع :- مر بزرگان را عیب پوشی به از نمد پوشی - زیاده الله تعالی از آئینهٔ دلها کدورت اعتساف زداید و صیقل و صفاے انصاف کرامت فرماید که الانصاف خیر الاوصاف —

—‡*‡—

حرف الالف

آرزو

چراغ بزم گفتگو سراج الدین علي خان " آرزو " نخل هستیش از ریاض خاندان شیخ محمد غوث گوالیری قد کشیده و از ابتداے بهار جوانی جا به شاهجهانا باد چمن بنیاد گزیده قلمش در قلمرو سخن فرمان روا ست و به بانگ بلند انا و لاغیری سزا - دیوانے ضخیم با قصائد غرا جمع نموده تمام دیوان فغانی و سلیم را جواب گفته و در جواب محمود و ایاز زلالی مثنوی به شور عشق دارد و دراں تلاشهاے بسیار کرده، داد معنی یابی داده و بر اکثر اشعار معاصرین مثل افضل المتاخرین شیخ محمد علی حزین از ستم ظریفی وغلطها و گرفتهاے وارد و غیر وارد دارد - و تا الی یومنا هذا در

دھلی غیر از صرف اوقات در تحصیل و افادۂ طلبۂ علم نصب العین او نیست۔ گاہے بہ تفنن طبع ریختہ ہم می گوید و میاں آبرو و میاں مضمون کہ بنائے ریختہ ایشاں ریختہ اند استنباط سخن با و دارند و زبان ریختہ از و گرفتہ اند —

پھر کر نظر نہ آیا ہم کو سجن ہمارا
گویا کہ تھا چھلاوا وہ من ہرن ہمارا

تیرے دہن کے آگے دم مارنا غلط ہے
غنچے نے گانٹھ باندھا آخر سخن ہمارا

جان تجھ پر کچھ اعتبار نہیں
زندگانی کا کیا بھروسا ہے

رکھے سی پارۂ گل کھول آگے عندلیبوں کے
چمن کے بیچ گویا پھول ہیں تیرے شہیدوں کے

ہر صبح آوتا ہے تیری برابری کو
کیا دن لگے ہیں دیکھو خورشید خاوری کو

مے خانے بیچ جا کر شیشے تمام توڑے
زاہد نے آج اپنے دل کے پھپھولے پھوڑے

وعدے تھے سب خلاف جو اس لب سے ہم سنے
کیا لعل قیمتی دیکھو جھوٹا نکل گیا

تجھ زلف میں لٹک نہ رہے دل تو کیا کرے
بے کار ہے اٹک نہ رہے دل تو کیا کرے

—‡*‡—

اشتیاق

بزهد و ورع مشهور آفاق شاه ولی اللہ "اشتیاق"
از نبائر شیخ مجدد الف ثانی است و طبعش
موجد معانی با وصف شغل علوم دینی فکر شعر می
نمود سالے چند ازیں پیش راہ جادہ مرگ پیمودہ
ازوست -

لڑکوں کے پتھروں کی لگے اُس کو کیونکہ چوٹ
ہر ایک گرد باد ہے مجنوں کو ڈھول کوٹ

—§*§—

آبرو

شمع محفل گفتگو شیخ نجم الدین مبارک آبرو
گوالیرِ متوطن بزم آرائے معانی است و خاطرش
گنجینۂ گوہر سخندانی حقا کہ معنی تلاشی را بر طاق
بلند گزاشتہ و باستفتاح مملکت سخن رایت شاہی افراختہ
در نارنول مدتے برفاقت حضرت ابوی دام ظلہ بسر بردہ
و بجائزات نمایاں موصول گردیدہ ازوست -

آیا ہے صبح نیند سے اُٹھ رسمسا ہوا
جامہ گلے میں رات کا پھولوں بسا ہوا

مشتاق عذر خواہی نہیں آبرو تو کیا ہے
یہ رو ٹھ روٹھ چلنا چل چل کے پھر ٹھٹکنا

یہ سبزا اور یہ آب رواں اور ابر یہ گہرا
دوانا نہیں کہ میں گھر میں رہوں اب چھوڑ کر صحرا

سر سے لگا کے پانوں تلک دل ہوا ہوں میں
یاں تک تو فن عشق میں کامل ہوا ہوں میں

آغوش میں بھواں کی کرتی ہیں قتل آنکھیں
کوئی پوچھتا نہیں ہے مسجد میں خوں ہوا ہے

کرتے تو ہو تغافل پر حال آبرو کا
دیکھو تو تم پیارے بے اختیار رو دو

مجھ ناتواں کی حالت وہاں جا کہے ہے اڑ کر
میرا یہ رنگ رو ہے گویا مکھی کبوتر

خوب تیری شکل آ سکتی نہیں تصویر میں
مدتیں گزریں مصور کھینچتا ہے انتظار

آبرو کے قتل کو حاضر ہوا کس کر کمر
خون کرنے کو چلے عاشق پہ تہمت باندھ کر

کیوں چھپا ظلمت میں گر تجھ لب سے شرمندہ نہ تھا
جان کچھ پانی ہوے ہے چشمۂ حیواں کے بیچ

سخن اوروں کا تشنہ ہو کے سنتا اور سب کہتا
مگر اک آبرو کی بات جب کہتے تو پی جاتا

انسان ہے تو کبر سے کہتا ہے کیوں انا
آدم تو ہم سنا ہے کہ ہے خاک سے بنا

رهتی هے دل میں مصرع دل چسپ کی طرح
گھر بار ہو ھے سرو قدوں کا برائے بیت

زلف کی شان مکھ اُپر دیکھو
کہ گویا عرش میں لٹکتی ھے

تمھاری لوگ کہتے ہیں کمر ھے
کہاں ھے کس طرح کی ھے کدھر ھے

یوں آبرو بناوے دل میں ہزار باتیں
جب رو برو ہو تیرے گفتار بھول جاوے

اُٹھ چیت کہوں جنوں سے خاطر نچنت کی
آئی بہار تجھ کو خبر ھے بسنت کی

جہاں تجھ خو کی گرمی تھی نہ تھی کچھ آگ کو عزت
مقابل اُس کے جو ہوتی تو آتش لکڑیاں کھاتی

لٹک چلنا سجن کا بھولتا نہں اب تلک مجھ کو
طرح وہ پانوں رکھنے کی مری آنکھوں میں پھرتی ھے

حسن ھے پر خوب رویاں میں وفا کی خو نہیں
پھول ہیں یہ سب پن ان پھولوں میں ہرگز بو نہیں

زندگی ھے سراب کی سی طرح
یا و بندی حباب کی سی طرح

تجھ اُپر خون بے گنا ہوں کا
چڑہ رہا ھے شراب کی سی طرح

کون چاھے گا گھر بسے تجھ کو
مجھ سے خانہ خراب کی سی طرح

بوسہ لبوں کا دینے کہا کہہ کے پھر گیا
پیالا بھرا شراب کا افسوس گر گیا

تھا قول آبرو کا نہ جاؤں گا اُس گلی
ہو کر کے بے قرار دکھو آج پھر گیا

کم مت گنو یہ بخت سیاھوں کا رنگ زرد
سونا وھی ھے جو ھو کسوٹی کسا ھوا

انداز سے زیادہ نپٹ ناز خوش نہیں
جو خال حد سے زیادہ بڑھا سو مسا ھوا

جدائی کے زمانے کی سجن کیا زیادتی کہیے
کہ اُس ظالم کی جو ھم پر گھڑی گزری سو جگ بیتا

نہ چھوڑے گا پیارے جی کسی
تمہارا ھنس کے کہنا یہ اجی کا

کیا قہر ھے پیارے منہ کا ترے متکنا
پھر قہر پر قیامت یہ زلف کا لٹکنا

جس گال پر صفا پر نظریں نہیں ٹھیرتیں
اُس گال پر عجب ھے دل کا مرے اٹکنا

ابرو غلیل تس پر تل کا رکھا غلیلہ
ھر زاغ بوالہوس کو مشکل یہاں پھٹکنا

اسپند کر کے تجھ پر مُلا کے تئیں جلاؤں
کیوں مارتا ھے نازک رخسار پر چٹکنا

زاھد ھے آج مجلس رنداں میں نیم جاں
خرگوش جیوں بھیڑ میں آ ادہ مسا ھوا

کریں جو بندگی هوویں گنهگار
بتوں کی کچھه نرالی هے خدائی

جن نے آ هاتھه سے امید کے دامن پکڑا
یه نهیں شرط مروت جو اسے خوار کرو

پر گھٹتا هے بوالهوس کا بهید پردے سے نکل
خط کے آنے میں حقیقت سب کی ظاهر هو گئی

دیکهو تو جان تم کو مناتا هوں کب ستی
بولو خدا کے واسطے تک لال لب ستی

یه جانهو هر ایک سے لالچ نهیں هے خوب
هے بهیک مانگ کهانا بهلا اس کسب ستی

پانی میں ڈوب آگ میں جل کر مرو پن ایک
عاشق نه هو پکار کے کهتا هوں سب ستی

باندها هے برگ تاک کا کیوں سر په سهرا
کیا آبرو کا بیاه هے بنت العنب ستی

اُس شوخ سرو قد کو هم جانتے تھے بهولا
مل اوپری طرح سے کها دے دیا هے بهالا

اے سرد مهر تجهه سے خوباں جهاں کے کانپے
خورشید تهر تهرا یا اور ماه دیکهه هالا

فوجوں سے بڑه چلے هے جیو کا کوئی سپاهي
یوں خال چهوت جس کا مکهه پر رهے نرالا

چمکی دکها نین کی دل چهین لے چلے هیں
تیرے نین کو کن نے سکهلا دیا چهنالا

یہ رسم ظالمی کی دستور ہے کہاں کا
دل چھین کر ہمارا دشمن ہوا ہے جاں کا

ہر اک نگھہ میں ہم سے کرنے لگی ہیں نوکیں
کچھہ تو تری نین نے پکڑا ہے طور بانکا

خندوں کے طور گویا دیوار قہقہہ ہے
پھر کر پھرا نہ لڑکا جو اس طرف کو جھانکا

پریشاں تر ہے تیری زلف سے احوال عاشق کا
سیہ دونا ہے آنکھوں سے یہ ماہ و سال عاشق کا

ترے رخسار سیمیں پر جو مارا زلف نے کنڈل
لیا ہے چھین یارو اژدھا نے مال عاشق کا

نزاکت سے نکل سکتی نہیں تصویر تجھہ تن کی
مصور نے سجن ہر چند مر مر اپنا جی کاڑھا

چھوڑ زر گئے خاک میں حاصل کیا تو کیا ہوا
ساتھہ کچھہ جانے کا نہیں سب کچھہ لیا تو کیا ہوا

غیروں کے ساتھہ شب کو چلتے ہو چال اور ہی
دیکھی روش تمہاری جاؤ تمہیں پچھانا

حکمت کی تیغ سیتی کاٹو رقیب کا سر
اُتھہ آؤ آبرو کے کر قتل کا بہانا

مفلس تو شید بازی کر کر نہ ہو دوانا
سودا بنے گا اس کا جن نے کہ نقد خرچا

تو کب بھلا تھا پیارے ہم سے کہ آج روٹھا
دیکھا یہ ان ملے کا ہم روٹھنا انوٹھا

بوسے کا وعدہ کر کر مصری چبا کے بخشی
کھنے کو ان لبوں سے میٹھا دیا سو جھوٹا

نالاں ہوا ہے جل کر سینے میں من ہمارا
پنجرے میں بولتا ہے گرم آج اگن ہمارا

پوری کماں کے مانند مانع نہیں اکڑ کو
ہے ضعف بیچ دونا یہ بانکپن ہمارا

خورشید کس طرح سے ہوا طالع آبرو
کیا دن پھرے کہ یار کا ایدھر کرم ہوا

کیا سبب تیرے بدن کے گرم ہونے کا سجن
عاشقوں میں کون جلتا تھا گلے کس کے لگا

تو گلے کس کے لگا، لیکن کسی بے رحم نے
گرم دیکھا ہوے گا تیرے تئیں آنکھیں ملا

اشک گرم و آہ سرد عاشق کے سے پرہیز کر
خوب ہے پرہیز جب ہو مختلف آب و ہوا

ملنے کے شوق سے ہم گھر بار سب گنوایا
مدت میں میرے گھر یار آیا تو گھر نہ پایا

دل غم سے کر کے لوہو، لوہو کا کر کے پانی
آنکھوں ستی بہایا تب آبرو کہایا

سیج اوپر غیر کے رہتا ہے اب لوٹتا ہوا
زر کے لالچ اس قدر وہ سیم تن کھوٹا ہوا

ماہرو کن مہر نے جا کر چھچھوندر چھوڑ دی
گھر جلا عاشق کا ان لوگوں کا کیا ٹوٹا ہوا

مرے پیارے سے قاصد ! اتنی دل کی بات جا کہنا
کہ جانے سے تمہارے جان کا مشکل ہے اب رہنا

ہم سے وعدہ یوں تھا تو جب جی دیوے ہنس دوں تبھی
جی دیا ہم نقد تم کو قرض اب ہسنا کیا

جو لونڈا پاک ہے سو خوار ہے تکڑے کے تئیں عاجز
وہی راجا ہے دلی میں جو عاشق کے تلے پر جا

چوپڑ کے کھیلنے کا سارا یہ ہے خلاصا
شاید کبھی وہ لڑکا بیٹھے ہمارے پاس آ

پی کو شراب ہم کو جو تم ڈراؤتے ہو
کیا شوق کو ہمارے جانا ہے اور کاسا

رکھے کُدّی (*ن) اس طرح کے لالچی کو کس طرح بھلا
چلی جاتی ہے فرمائش کبھو وہ لا کبھو یہ لا

نو نہالوں کا یہ زنخ میوا چاہتا ہے یہ پھل تو کر سیو'

عاشقوں میں جس کسی سے یار راضی ہو مرا
وہ مرا دشمن ہے لیکن چاہتا ہے جی مرا

صبر کب دیدار کا ہے اس کے تئیں فردا تلک
سو قیامت جان پر کرتا ہے دل آ جھی مرا

ہرگوڑی چھپ چھپ کے مت تاڑ اس کو اے دل مان جا
شوخ ہے ہندوستان ذرا دیکھہ لے تو جان جا

(* ن) کوئی -

گھیلے تھے رات چوپڑ گوئیاں (ن *) ھوا تھا پیارا
ھارے رقیب سارے اور ھم نے رنگ مارا

گراں ھے شرم کے آدم کو رکھنا مکر کی تسبی
ھر اک دانہ ھوا ھے آبرو کے دل کو سو من کا

میٹھا لگا ھے مجکو تیرے لباں سے کیا خوب
یکبار پھر کے کہہ لے اپنی زباں سے کیا خوب

آنکھوں کی سبح ھوئی ھے مژگاں بھواں سے دونی
لگتے ھیں جیوں سپاھی ترکش کماں سے کیا خوب

تڑپتا رھتا ھے تب لگ جب تلک مرتا نہیں
دل کو جیوں سیماب اپنی بے قراری ھے حیات

——‡ * ‡——

آگاہ

محمد صلاح آگاہ شعرش دل پذیر است و فکرش

بدل جاگھر :—

پھری میں کرو سیر جہاں کی تو مزا ھے
دن ڈھلتے ھی ھوتا ھے تماشا گزری کا

(* ن) گنیاں -

انسان

عمدۂ اُمرائے ذی شان اسد الدولہ انسان در عہد سعادت مہد حضرت فردوس آرام گاہ بمنصب ہفت ہزاری و جمیع سامان حشمت و مکنت کہ منتہائے متمنائے امارت است رسیدہ محسود اقران و امثال گردیدہ - با وصف کثرت مشاغل دنیوی با قتضائے موزونی طبیعت شعر بزبان ریختہ می گفت و در معنی در تصوف می سفت - سالے چند زین پیش رخت از سرائے حدوث کشیدہ بجہان قدیم مائل گردیدہ :-

زمین و آسماں اور مہر و مہہ سب تجھہ میں ہیں انساں
نظر بھر دیکھہ مشت خاک میں کیا کیا جھمکڑا ہے

—— * ——

آزاد

خوش ذہن بلند استعداد محمد فاضل آزاد زاد گاہش دکن و طبعش موجد سخن با ولی ہم طرح بود و عمر را بہ آزادگی بسر برد :-

آئیں جہاں کی ساری آزاد صنعتوں پر
جس سے کہ یار ملتا ایسا ہنر نہ آیا

—— * ——

احسن

احسن الله احسن به آبرو هم طرح بود و در سخن تلاش معنی تازه نمود، شعر را بطرز ایهام می گفت و در معنی برشتهٔ فکرت فی سفت - سالے چند زین پیش چشم از نظارهٔ دنیا پوشیده و سر در نقاب خاک کشیده :-

یہی مضمون خط ہے احسن الله　　که حسن خوبرویاں عارضی ہے

صبا کہیو اگر جاوے ہے تو اس یار دلبر سوں
کہ کر کر قول پرسوں کا گئے برسوں ہوئے برسوں

مگر الحان داودی ہے نعمت خاں کی تانوں میں
کہ آہن سے دلوں کو بین لے کر موم کرتا ہے

بری باتوں کی خو ہرگز نہیں اس کو جو انساں ہے
جو گالی سے زباں کو کام فرماوے سو حیواں ہے

—— * ——

آشنا

بیگانه از ریو و ریا میر زین العابدین آشنا، بحسن سیرت و سلامت طبع محلی (ن *) طبع سلیم

(*ن) در راستی گفتار و درستی افکار مجلے —

و ذہن مستقیم دارد و بحکم من المہد الی اللحد گاہ

گاہ بملاقات می پردازد —

کہیو صبا تو اتنا مرے تند خو کے تئیں
آخر کسی بھی وجہ دکھاوے گا رو کے تئیں

گر ہم سے دوانوں کو تم آزاد کرو گے
ویرانے جہاں کے سبھی آباد کرو گے

—— * ——

آوارہ

'میر محمد کاظم' آوارہ برادر حقیقی میر زین العابدین آشنا است و خسر پورۂ برادر کوچک فقیر - بنا بر جودت طبع شعر بزبان ریختہ می گوید —

اے عندلیب جاکے چمن میں کرے گی کیا
باد خزاں سے سب گل گلزار جھڑ گئے

—— * ——

الہام

'فضائل بیگ' الہام تخلص از تربیت کردہای سید عبدالولی عزلت است جز ایں دو بیت کہ در ہجو کلاونت بچی گفتہ است بگوش نہ رسیدہ :—

کلاونتی ترے گانے سے دق ھوں بہت نیچے سروں میں بولتی ھے
دیکھ ڈھاڑی بچے کو ناکارہ چڑھکے گانے لگی کلاونتی

——*——

انجام *

نواب امیر خاں عمدۃ الملک انجام غفرہ الملک العلام، شاگرد میرزا بیدل مرحوم در فارسی، و در ریختہ گوئی و ہندی و علم موسیقی و لطیفہ و بدیہہ سرائی و حاضر جوابی و ہمہ کمالات بے بدل بودہ۔ شش سال پیش ازیں برحمت حق رسید، بالفعل ایں دو بیت ازو بخاطر بود کہ قلمی شد:—

اب بھی احساں ھے جو ہرگز نہ ھوں آزاد ھم
پھر چمن میں جائیں کیا منھ لے کے اے صیاد ھم

نہ سن تو پند واعظ کا جو اپنے دھن میں پکا ھے
خدا حافظ سرا دوزخ بھی اک شرعی دھڑکا ھے

——*——

* دوسرے نسخے میں انجام کا ذکر حرف البا کے تحت غلطی سے اس طرح مکرر کیا ھے۔
امیر خاں کابلی۔ ایں شعر از امیر خاں کابلی است کہ در وقت خلد مکان بہ سہ ہزاری سر افراز بود:—
کیوں بلائی بزم میں کیا ھم سے نادانی ہوئی
دختر رز شرم سوں مجلس میں آ پانی ہوئی

حرف البا

بہار

ٹیک چند بہار، بفقیر اخلاص دارد و اکثر ہا بملاقات می پردازد - ہندوئے بایں کمالات کم بنظر در آمدہ، در تحقیق لغت ہائے فارسی و مواقع استعمال آن کتابے ضخیم مسمیٰ بہ بہار عجم تالیف نمود در بعض مواقع دخلہا بر سراج اللغت خان آرزو و دیگر کتب لغت نمود و رسالۂ ابطال ضرورت وغیرہ از مولفات اوست - گاہے بہ تفنن طبع ریختہ ہم می گوید و از آنجملہ است :-

وہی اک ریسماں ہے جس کو ہم تم تار کہتے ہیں
کہیں تسبیح کا رشتہ کہیں زنار کہتے ہیں

اگر جلوہ نہیں ہے کفر کا اسلام میں ظاہر
سلیمانی کے خط کو دیکھ کیوں زنار کہتے ہیں

اِتنا مردم کشی کا زور بیماروں نے کب پایا
غلط کرتے ہیں اُن آنکھوں کو جو بیمار کہتے ہیں

گیا ہے عشق کی رہ بیچ پا برہنہ بہار
تمام دشت ہے پر خار دیکھئے کیا ہو

جب ستی اُس سرو رعنا کا ہوا ہے جلوہ گاہ
سبز جیوں شمشاد اُٹھتی ہے مرے سینے سے آہ

کیسے ہیں یہ ستمگر قتل بے تقصیر کیا کیجے
جو ان کے ہاتھہ یوں مرنا ہوا تقدیر کیا کہجے

سانورے سب ایک سے ہیں ظلم کرنے میں بہار
کم نہیں کچھہ دل کے لے جانے میں کاکل چشم سے

بہار اُس گل بدن کا جو دوانا ہو تو کیا اچرج
فرشتے کا بھی من ایسے پری اوپر لبھاتا ہے

دیکھہ کر کیوں کر نہ ہووے دل رقیبوں کا کباب
کس ادا سےتی صنم دیتا ہے ساغر وا چھڑے

کوی کس ساتھہ ایسی فصل گل میں دل کو پرچاوے
نہ ساقی ہے نہ ساغر ہے نہ مطرب ہے نہ ہمدم ہے

ہمیں واعظ ڈراتا کیوں ہے دوزخ کے عذابوں سے
معاصی گو ہمارے بیش ہوں کچھہ مغفرت کم ہے

اُسی درگاہ سے حاجت روا ہوتی ہے عالم کی
جہاں دیتے ہیں بن مانگے فضولی ہے طلب لالا

جو کچھہ جا کر گلستاں میں کیا ہے کیوں چھپاتے ہو
عیاں ہے آستیں کی چیں سے موج خون گل لالا

سبھی کرتے ہیں دعوی عشق کا قسمت ہے تو دیکھیں
صف محشر میں جس کے ہاتھہ دامن ہوگا قاتل کا

کرے وہ سلطنت یہ عشق میں شیریں کے سر دیوے
تکلف بر طرف خسرو کو کیا فرہاد سے نسبت

خوش سخن کا حرف دل کو لوٹتا ہے حال پوچھ
یہ غلط کہتے ہیں کچھہ لذت نہیں ہے قال بیچ

کنعاں میں ماہ مصر نے کب سلطنت کری
کم ہے کوی عزیز ہوا ، ہو وطان کے بیچ

منظور سیر لالہ جو ہو اس بہار بیچ
پھولا خوب ہے دیکھ دل داغدار بیچ

کہتے ہیں عندلیب گرفتار مجھ کو دیکھ
امید جیونے کی نہیں اس بہار بیچ

دل ہمارا لے کے کیوں انکار کرتے ہو سجن
کس سے یہ سیکھے ہو تم لے کر مکر جانے کی طرح

توڑتا زنجیر جا فاں تھا پڑا بکتا بہار
لے گیا ہے شوخ میرے ہاتھ سے دل بے طرح

نہیں اُس شوخ سا رنگیں ادا گل اگر رنگیں ہوا تو کیا ہوا گل
عبث تشویش کیوں دیتی ہے گل کی طبع نازک ہے
یہ گستاخی نہیں ہے خوب ، مت کر شور اے بلبل

ناز و استغنا ، عتاب اعراض سب جاں کاہ ہیں
قرب میں خوباں کے کیا معنی کہ ہو دل کا نشاط

نتیجہ جس سے خدمت کا اگر یہ بے دماغی ہے
بجا ہے یہ جو کہتے ہیں کہ پھل پاوے ہے جو سیوے

اگر مارا پڑا دل ہات سے غمزے کے کیا غم ہے
سپاہی کی یہی معراج ہے رن بیچ سر دیوے

تڑپتا ہے پڑا جیوں نیم بسمل خاک و خوں میں دل
عقوبت ہے جو کچھ اس صید پر صیاد کیا جانے

نہیں معلوم کیا حکمت ہے شیخ اس آفرینش میں
ہمیں ایسا خرابا تی کیا تم کو منا جاتی

دلبراں کی ادا ہے کیا کیا کچھہ
ناز بے جا و لطف بے موقع

محبت کی قلمرو میں اگر جاوے تو سن لے گا
کوئی آرے تلے چیرا کسی کو کوہ پر پٹکا

—‡*‡—

بیرنگ

مستفید بزم افادۂ یکرنگ دلاور خان بیرنگ طبع سلیم و ذہن مستقیم داشت و بعنوان سپہگری علم می افراشت سالے چند ازیں پیش راہ مراحل مرگ پیمود و رخت بسراے خاموشاں کشود، از وست :—

یار کا جب خیال آتا ہے
ہول میرا تھام جاتا ہے

دل کو تجھہ عشق سے قرار نہیں
اب تلک تجکو اعتبار نہیں

نہیں مطلب مجھے کچھہ باغباں اور
دوانا ہوں میں گل کے رنگ وبو کا

سدا بیدار رہ غفلت سے ہو ترش
مثل مشہور ہے سو یا سو چوکا

ہے ہات ترا خوں سے عاشق کے گر آلودہ
مہندی سے سجن مت کر بار دگر آلودہ

مفلس کی خبر کب ہے اے سیم بدن تجکو
افشاں سے ترا ماتھا رہتا ہے زر آلودہ

فرهاد کو محنت کی تلخی نہ کبھی ہوتی
شیریں کا جو یک بوسہ ملتا شکر آلودہ

خط مرا اُس نگار نے نہ پڑھا کیا لکھا تھا کہ یار نے نہ پڑھا
میں تو لکھتا تھا اُس کے تئیں بیرنگ
اُس تغافل شعار نے نہ پڑھا

—— ‡✻‡ ——

بیدار

بیدار، بر حالش آگہی دست ندارد :—

صفا الماس و گوہر سے فزوں ہے تیرے دنداں کو
کیا تجھ لب نے ہمرنگ خجالت لعل و مرجاں کو

—— ✻ ——

بیتاب

نکتہ سنج معنی یاب محمد اسمعیل بیتاب پایۂ
سخنش بلند است و حرفش دل پسند است :—

نہ ہوتا گر کسی سے آشنا دل
تو کہا آرام سے رہتا مرا دل

تڑپ کر مر گئی بلبل قفس میں
پڑی تھی ہائے کس ظالم کے بس میں

—— ✻ ——

پیام

سامعه افروز روشن کلام شرف الدین علی خان پیام زاد کاهش اکبر آباد است و طبعش معنی ایجاد :—

بات منصور کی فضولی ہے ورنہ عاشق گواہ سولی ہے

—*—

بسمل

بسمل، نمی دانم کہ بسمل کیست :—

ہائے اس دیوانے دل نے کام کیا بیجا کیا
آپ تو بدنام ہی تھا مجھ کو بھی رسوا کیا

——*——

پاکباز

میر صلاح الدین پاکباز پسر سید کمال نبیرۂ سید جلال از نظر یافتگان تربیت یکرنگ است :—

جلوے تمہارے حسن کے نت ہیں پہ ہم کہاں
تم تو سجن ہمیشہ ہو افسوس ہم کہاں

——*——

قزل باش خان

این شعر خوش گاہ قزل باش خان مرحوم است :—

قفس کے در کو باز اے بلبل اب صیاد کرتا ہے
خدا جانے کرے گا ذبح یا آزاد کرتا ہے

این بیت بنام دیگرے هم مسموع شده

مجھے درد و الم رہتا ہے نت گھیرے میاں صاحب
خبر لیتے نہیں کیسے ہو تم میرے میاں صاحب

جو اب نہ مر گئے تو پھر انتظار میں مر گئے
خدا خزاں نہ دکھائے بہار میں مر گئے

تمام عمر شرابیں پیا کیے ساقی
ہزار حیف کہ آخر خمار میں مر گئے

---*---

بیان

خواجه احسن الله بیان بحسن صورت و سیرت معلی است و بفهم و فراست مجلی - زاد گاهش اکبر آباد است و طبعش معنی ایجاد - مشق سخن از میرزا مظهر می کند چنانچه گوید :—

بندے سے ثنا حضرت اُستاد کی کیا ہو
مظہر ہے خداوند کہ وہ شان اتم کا

کیا کیجے بیان اُس کے وجود اور عدم کا
طاقت نہ زباں کی ہے نہ مقدور قلم کا

نکلے ہے لالہ خاک کے نیچے سے سرخ سرخ
رنگیں ہوا شہیدوں کے خون میں نہا نہا

صاف منہہ پر میں نہیں کہتا کہ ہوگا اس کے پاس
ورنہ کیا واقف نہیں میں دل ہے میرا جس کے پاس

کہتا تو صاف منہہ پہ مروت سے دور ہے
آوے گا ایک روز مرا جان کا م خط

جیوں پتنگوں کے جلانے کا سبب ہوتی ہے شمع
تو انھوں کے غم میں اپنا جان بھی کھوتی ہے شمع

مشہد پروانہ روشن کیوں نہ ہووے دہر میں
جس کے بالیں پر تمام شب کھڑی روتی ہے شمع

جو نہ ہو اُس شمع رو کے عشق کا سینے میں داغ
کون مجھہ بے کس کی تربت پر کرے روشن چراغ

جان کر معنی کسی کے گر تمہیں باندھے کہیں
صاحب خرمن کو کب ہے خوشہ چینی کا دماغ

عرض لیتا ہم زبانوں کے سلیقے کا بیاں
اس دل ناداں کے شیون سے اگر پاتا فراغ

آتا ہے جی کو دیکھہ کے جوش بہار حیف
اے عندلیب تو ہے قفس میں ہزار حیف

یہاں تک ہوں خستہ حال کہ دیکھے ہے جو مجھے
نکلے ہے اُس کے منہہ ستی بے اختیار حیف

میں بسکہ خاک سا ترے کوچے میں مل گیا
تس پر بھی تیرے دل میں ہے مجھہ سے غبار حیف

ھوئی آہ اب اس قدر نارسا
کہ سینے سے آتی نہیں لب تلک

نپٹ ھی بیان کا برا حال ھے
تغافل ارے بے خبر کب تلک

یہی دن ھے، ملنا ھے اس سے تو مل
کہ جیتا نہیں آج کی شب تلک

ادب سے یار کے دل میں نفس خوں ھو گیا میرا
یہ بلبل ناتواں آخر قفس میں بھی ھوا بسمل

تڑپنے کے تماشے کی ھوس باقی ھے قاتل کو
موا جاتا ھے کیوں اتنا تک اک بھی پر ھلا بسمل

نکل سکتا نہیں ھے شکر کے عہدے سے قاتل کے
بیاں کس منہ سے مانگے اس سے اپنا خوں بہا بسمل

بیکل

سید عبدالوہاب بیکل زاد گاھش دولت آباد است

و در سخن میر عبدالولی عزلت استاد اوشاں اند :—

مرا دل گلدر خاں نے، سات لے گئے
حنا کا رنگ ھاتوں ھات لے گئے

تری زلفوں نے کئی کئی پیچ سکھلا
دل بیکل کو راتوں رات لے گئے

عشق میں کیا ثابتی ہے مجھہ دل بے تاب کو
برقرار آتش اُپر دیکھا اسی سیماب کو

سرو کو رتبہ ترے آگے نہیں اے سبز پوش
ایک تجھہ بازار خوبی کا ہے وہ سبزی فروش

نین سے دل کا رتبہ ہے بڑا تجھہ رو پرستی میں
کہ دل حافظ ہے اس مصحف کا آنکھیں ناظرہ خواں ہیں

تری آنکھوں کی کیفیت نے کھویا ہوش عالم کا
دوانوں کو کہے کیا کوئی متوالے ہیں مت والے

تیرے ابرو کی تیغ ہے بارہ ہیل
جس کو لگتی ہے خوب لگتی ہے

حرف التا

تجرد

'میر عبداللہ' تجرد شاگرد عزلت' زاد گاہش دکن

است و طبعش موجد سخن :—

تجھہ رو میں لطف ہے سو ملک کو خبر نہیں
خرشید کیا ہے اُس کی فلک کو خبر نہیں

—— * ——

تاباں

'نخل بند گلشن بیان میر عبدالحی' تاباں جوانے بود خوب صورت و خوش سیرت' شمع محفل جانہا و چراغ بزم دلہا' در خاک پاک ہندوستاں گل حیاتش برو مند شدہ و در ہمیں گل زمیں بہ نشو و نما رسیدہ در عین عنفوان جوانی خاک مال فلک خورد و بساط حیات مستعار بر چیدہ داعی اجل را اجابت کرد:—

تیرے ابرو سے مرا دل نہ چھٹے گا ہرگز
گوشت ناخن سے کہو کوئی جدا ہوتا ہے

ہے سوز عشق مجھ میں یہاں تئیں کہ بعد مرگ
پروانہ موغ دوح ہو شمع مزار کا

قد حلقۂ کماں اسی حسرت سے ہو گیا
تیر ہدف کبھی نہ ہماری ہوئی دعا

پاس تو سوتا ہے چنچل پر گلے لگتا نہیں
منتیں کرتے ہی ساری رات ہوجاتی ہے صبح

مرا بس ہو تو ہرگز خط نہ آنے دوں تیرے لیکن
لکھا قسمت کا کوئی بھی مٹا سکتا ہے کیا قدرت

آشنا بھی مجھ سے ایسا ہے کہ جیسا چاہئے
پر جو کچھ دل چاہتا ہے ہائے وہ ہوتا نہیں

ساقی هو اور چمن هو مینا هو اور هم هوں
باراں هو اور هوا هو سبزا هو اور هم هوں

ایمان و دین سے تاباں کچهه کام نهیں هے مجهه کو
ساقی هو اور مے هو دنیا هو اور هم هوں

جفا تو چاهئے اے شوخ مجهه په یهاں تک کر
که سب کهیں مجهے رحمت تری وفا کے تئیں

دیکهنا ان ماهرویوں کا تو اے تاباں نه چهوڑ
چاهتا هے گر همیشه نور بینائی کے تئیں

جیوں برگ گل سے باغ میں شبنم ڈهلک پڑے
کیا هو که برگ تاک سے یوں مے ٹپک پڑے

محفل کے بیچ سن کے مرے سوز دل کا حال
بے اختیار شمع کے آنسو ڈهلک پڑے

کاٹیں هیں بتاں تاباں جیوں شمع زباں میری
یهاں بات کے کهنے کی هوتی هے گنهگاری

شیخ جو حج کو چلا چڑهکے گدهے پر یارو
زور نهیں ظالم نهیں عقل کی کوتاهی هے

رکهتا تها ایک جی سو تیرے غم میں جا چکا
آخر تو مجکو خاک میں ظالم ملا چکا

گلی میں اپنی روتا دیکهه مجکو وه لگا کهنے
که کچهه حاصل نهیں هونے کا ساری عمر رو بیٹها

خوان فلک په نعمت الوان هے کهاں
خالی هے مهر و ماه کے دونو رکابیاں

مرتے ہیں آرزو میں اس وقت آن پہنچو
ٹک تم کو دیکھ لیں ہم جلدی سے جان پہنچو

نہ پائی خاک بھی تاباں کی ہم نے اے ظالم
وہ ایک دم ہی ترے رو برو ہوا سو ہوا

ترے پاس عاشق کی عزت کہاں ہے
تجھے بے مروت مودت کہاں ہے

مری گور پر لوگ رکھتے ہیں گل کو
تری دلربائی کی غیرت کہاں ہے

بیاں کیا کروں ناتوانی میں اپنی
مجھے بات کہنے کی طاقت کہاں ہے

میرا جواب نامہ یہاں لکھ چکے پر اب تک
قاصد پھرا نہ لے کر وہاں سے جواب نامہ

گئے نالے ترے برباد مانند جرس چپ رہ
اثر دیکھا تری فریاد میں دل ہم نے بس چپ رہ

بتوں کے شہر ناپرساں میں کئی کب داد کو پہنچے
مگر وہاں اپنے بندوں کی خدا فریاد کو پہنچے

تمکین

صلاح الدین تمکین بمعمورۂ شاہ جہان آباد بسر می برد و ریختہ را ہموار می گوید:-

حسن اور عشق کو جس روز کہ ایجاد کیا
مجکو دیوانہ کہا تجکو پری زاد کیا

---*---

حرف الثا

ثاقب

شہاب الدین ثاقب طبع صائب و ذہن ثاقب دارد :—

ثاقب کی نعش اوپر قاتل نے آکے پوچھا
یہ کون مرگیا ہے کس کا ہے یہ جنازہ

قتل کا کس کے ہے اب قصد تمہارے من میں
کیوں رکھاتے ہو میاں سان پہ تلوار کے تئیں

چھوڑ کر دل کے تئیں درپے ایذا ہوے
یار کیجئے کسی ایسے ہی دل آزار کے تئیں

---*---

حرف الجیم

میاں جگن

میاں جگن خالہ زادۂ شیر افگن خان است و زاد و بومش ہندوستان، از وست :—

اس دل مریض عشق کو آزار ہے بھلا
چنگا ہو تو ستم ہے یہ بیمار ہے بھلا

—*—

جرأت

میر شیر علی جرأت دل بستہ سہی قداں و زندانی حسن نیکو طلعتاں بود و تحصیل کتب متداولہ نمود شعر را کم می گفت و اگر می گفت کمتر می خواند چہ مطمح نظرش اکثر این بود کہ شعر می باید آمدنی باشد نہ آوردنی - بفقیر اکثر ہا ملاقات می کرد، سالے چند زیں پیش از دار الخلافت رخت اقامت بدکن کشید و باز برحالش اطلاع نہ گردید :—

بے خود جو ہوا اتنا تو دیکھ کے مے خانہ
حیران میں ہوں کیوں کر پیوے گا تو پیمانہ

زنجیر کے کرنے سے کرتا ہے جنوں دونا
دیکھا نہیں اے جرأت تجھ سا کوئی دیوانا

دماغ گل پریشاں ان ترے نالوں سے ہوتا ہے
نہ کر اتنا بھی اے بلبل تو فریاد و فغاں چپ رہ

نہ اپنے چھوٹنے کی کس طرح تدبیر میں رہیے
بہار آئی ہے کیوں کر خانۂ زنجیر میں رہیے

کیا اُس کے بیابان کو اس ابر کی پروا ھے
گریے سے مجنوں کے تر دامن صحرا ھے

سنگ طفلاں دیکھ کر کھاتے ھیں بولا یہ قیس
یہ دوانا کس طرح کھاتا ھے پتھروا چھڑے

---*---

حرف الدا

حزیں

صاحب تلاش معنی رنگین میر محمد باقر حزیں طبع رسا و فکر والا داشت و در ملک سخنوری علم شاهی می افراشت۔ غنچۂ استعدادش از نسیم انفاس میرزا مظہر شگفته۔ چنانچه گوید:—

اے حزیں شکر که هے مصحف ارباب جنوں
فیض سے حضرت مظہر کے یه دیوان میرا

سالے چند زیں پیش شاہ جہاں آباد خلد بنیاد را وداع گفته در گلشن بنگاله بسان بلبل هزار داستان نغمه سرائی می کرد، دریں ولا از میرزا مظہر مسموع شد که لشکر عشق رعنا جوانے بر شهر ستان دلش تاراج آورده متاع صبر و شکیب را بدنبالاں برده در هیں

ستیز و آویز ودیعت حیات را بمقتضاے اجل سپرد :-

غم نے آباد کیا خانۂ ویراں میرا　　ابر مژگاں سے ہوا سبز بیاباں میرا

خوب ، بوجھا ہے مزا عشق میں رسوائی کا
معتقد جی سے ہوں اس دل کی میں دانائی کا

دلبروں میں سے لیا ڈھونڈ سجن تجھ سے کو
میں دوانا ہوں ان آنکھوں کی شناسائی کا

کیوں نہ ہووے دل ہمارا ہاے خوں اس رشک سے
اُن لبوں سے برگ پاں یوں ہمزباں اب ہوگیا

یہاں تلک آنکھیں مری روئیں کہ ایک آنسو نہیں
بے طرح تاراج ان کا خانماں اب ہو گیا

بہار آئی ہے جب سے یاد کرکر گلستان اپنا
قفس میں ہاے بلبل کس طرح دیتی ہے جان اپنا

یہ کہہ کر باغ سے رخصت ہوئی بلبل کہ یا قسمت
لکھا یوں تھا کہ فصل گل میں چھوڑیں آشیان اپنا

کبھو کوئی جو بلبل دیکھ گل کوجی سنا پاتے ہیں
مجھے بے اختیار اُس وقت یاد آتا ہے جان اپنا

خفا ہوتا ہوں میں از بس نہیں تعبیر کر سکتا
مجھے لگتا ہے جس جس طرح سے پیارا سجن میرا

فرش ہوجاتا ہوں سنگ آستاں تیرے کو دیکھ
طور کا کرتے تھے جیسے حضرت موسیٰ ادب

بے ہوشیِ حضرت موسیٰ از ظہور تجلی بود نہ از

مشاهدۂ طور (ن *) بسط ایں قصہ از فرط شیوع دریں نسخہ کہ خیلے بایجاز و اختصارش کوشیدہ شدہ مناسب نہ افتاد و من ادعی فعلیہ السند

سر نوادیں گر تواضع سے بتاں کچھہ عیب نہیں
شاخ گل ہے اس نزاکت ساتھہ سرتاپا ادب

برق سے جیوں آنکھہ مند جاوے کریں ہیں اس طرح
دیکھکر حق کی تجلی مردم بینا ادب

یہ آھو رام تھے مجنوں کے سب لیلی کی خاطر سے
وگر نہ ان پری زادوں کو دیوانے سے کیا نسبت

ہم کمر یار کی سنتے ھی رھے ھیں لیکن
ھرگز اس بات کا ھوتا نہیں ھم پر اثبات

مری رنگیں کلامی کا ھے وہ گل پیرھن باعث
کہ ھووے بلبلوں کی خوش صفیری کا چمن باعث

کوئی ھوتا ھے سنگ سینہ خسرو سے رقیبوں کا
ھوا نا حق ھلاک اپنے کا آپی کوھکن باعث

جو ھوتا ھے کسو سے انس سب سے وحشت آتی ھے
مری صحرا نشینی کا ھے میرا من ھرن باعث

حزیں ان شعلہ رخساروں سے جی کو مت لگا ھرگز
ھوئی آخر کو پروانے کے جلنے کی لگن باعث

(ن *) کما قال اللہ تعالی فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا و خر موسی صعقا ـ

اس پر نہیں ہوا ہے یہ دل مبتلا عبث
ناصح تک اُس کو دیکھ مجھے مت ستا عبث

وہ نگاہ مست ہے اس چشم گریاں کا علاج
مے سے ہوتا ہے خمار مے پرستاں کا علاج

سج بنا کر پھرتے ہیں یہ جامہ زیباں کس طرح
ان ستی لپٹے نہ میرا رشتۂ جاں کس طرح

دیکھنے میں اس کے کب آتی ہیں ایسی صورتیں
دیکھکر تجکو نہ ہو آئینہ حیراں کس طرح

کیا قیامت ہے جو لے اپنے کو بیگانہ چھٹا
صبر کر بیٹھے حزیں وہ ماہ کنعاں کس طرح

زخم پر دل کے مرے ناصح نہ تو مرہم لگا
خوش نہیں آتا ہے مجکو درد خوباں کا علاج

گئیں یوں محنتیں سب اس کی برباد
ہوا کس بے کسی سے ہائے فرہاد

کریں کیونکر نہ ہم مجنوں کا ماتم
کہاں ملتے ہیں اپنے فن کے استاد

عشق کے فن میں تجھے ناقص کہیں گے اہل درد
کوئی ہوتا ہے حزیں غم سے ہراساں العیاذ

کوہکن کی محنتیں آخر ٹھکانے لگ گئیں
دل میں کی شیریں نے جا آخر کے تئیں سر پھوڑ کر

نہیں رہنے کے آخر تجھ سے خوباں آشنا ہرگز
انھوں پر بھول کراے دل نہ ہو مجھ سے جدا ہرگز

نہ ہوائے باغباں بلبل کو مانع گل کے ملنے سے
نہیں رہنے کی گلشن میں بہار آخر سدا ہرگز

سزا پائی نہ آخر چاہنے کی ہم نہ کہتے تھے
کہ ان خوباں سے اے دل جی تو اپنا مت لگا ہرگز

ہمارے واسطے کس کس طرح کے رنج کھینچے ہیں
حقوق اس دل کے مجھ سے ہو نہیں سکتے ادا ہرگز

دل کو کئی فصلوں سے تھی باغوں میں جانے کی ہوس
حیف اب کے بھی نہ نکلی اس دوانے کی ہوس

خوب رو شاید مزا پاتے ہیں اپنے جور سے
اس قدر جو ان کو ہوتی ہے ستانے کی ہوس

جس قدر چاہے سجن اپنی جفا میں کر عروج
مجھ ستی ہرگز نہ ہوے گا وفا میں انحطاط

گوارا ہو گیا دل پر ہمارے جور یار آخر
ہمیں درد و الم سے آ گئی صحبت بر آر آخر

اپنی جدا خبر لے اس کی جدا خبر لے
یہ ایک دل دوانا کس کس کی جا خبر لے

بے خبر رہتے ہیں جو کوئی عشق کی لذت ستی
وہ نہیں رکھتے مزے سے زندگی کے اطلاع

کیوں کہ ہو مجکو تسلی جان وعدوں سے ترے
خوب رکھتا ہے مرا دل، دل سے تیرے اطلاع

عشق کی گرمی سے ضعف آتا ہے مجکو ان دنوں
ہو گیا یہ درد دل آخر مرا دود دماغ

ایک هم سے بات نهیں سکتی نکل آفسو بغیر
دل همارا هو گیا هے غم سے اب یہاں تک رقیق

نه جانے کس طرف جاتا رها خوباں ستی مل کر
نهیں ملتا هے مجهکو مدتوں سیتی سراغ دل

دل دے کے اپنا کیوں عبث افسوس اب کهاتا هے دل
جاتا رها جب هاتهه سے پهر هاتهه کب آتا هے دل

آتا هے نو بهار دهڑکتا هے جی مرا
پهر شور و شر کرے گا یه خانه خراب دل

غم نے لیا هے گهیر مجهے یهاں تلک که اب
دیتا هے ساتهه دینے سے مجهکو جواب دل

ملنے کے دن جو اشک نکلتے هیں کچهه نه پوچهه
نکلے هے دیکهنے کو ترے هو کے آب دل

آثار دیکهکر کے چمن کے خزاں کے بیچ
کیوں کر کرے نه هائے حزیں اضطراب دل

رحم آتا هے همیں اس مشت خاک اپنی په هائے
خوب رویوں کی هوا میں یوں هوے برباد هم

کچهه نه آخر چل سکا هائے ان زبردستوں ستی
لے گئے یه دل کے تئیں کرتے رهے فریاد هم

گیا سن هوش مجنوں کا مرے دوانه پن کے تئیں
بجز سر پهوڑنا اور کچهه نه سوجها کوهکن کے تئیں

میں دیکهوں کیوں کر اس دریائے خوبی کے دهن کے تئیں
گیا جی ڈوب میرا دیکهه اُس چاه ذقن کے تئیں

حزیں سب دکھہ مرے جی پر گوارا ہو گئے لیکن
نہیں جاتا ہے دیکھا پاس غیروں کے سجن کے تئیں

کس کس طرح کی ایذا پہنچی ہے مجکو تم سے
میں مر گیا ہوں اے دل تیرے دوانہ پن میں

ناصح نہ اس طرح کی باتیں مجھے سنا وے
دیکھے اگر سجن کو آکر مرے نین میں

اس بے وفا کے عشق سے کچھہ مجکو جس نہیں
پانوں تلک بھی ہاے مجھے دسترس نہیں

ویراں ہوا خزاں سے چمن یاں تلک کہ ہم
چاہیں کہ جل مریں تو کہیں خار و خس نہیں

کچھہ کہا شاید ان نے قاصد سے
دل پہ میرے وہ اضطراب نہیں

یہ لوگ بے سمجھہ تجھے کیا کیا کہیں گے جان
اتنی بھی میرے جور پہ بازہ اب کہر نہیں

ان بتاں کے دیکھنے کا جو کوئی مائل نہیں
زندگانی کا اُسے واللہ کچھہ حاصل نہیں

شوق میں شیریں کے آخر جی کو اپنے دے چکا
عشق کے فن میں کوئی فرہاد سا کامل نہیں

بے وفائی دیکھکر ان خوش نگاہوں کی حزیں
اب کسو سے اس طرح ملنے کا میرا دل نہیں

یاد اب کہوں کر نہ آوے مجکو میرا گلستاں
ایک دن سکھہ سے نہ گزرا جب سے چھوڑا آشیاں

تدبیر شور عشق میں جاتی نہیں ہے پیش
مرنے بغیر کچھ نہ بنا کو ہکن ستی

آتے ہی نو بہار نہ جانے کرے گا کیا
ڈرتا ہوں اپنے دل کے میں دیوانہ پن ستی

آرزوئیں عشق کی ہوتے نہ دیکھیں سر براہ
کوہکن بھی سر پٹک کر مر رہا آخر وہاں

لوگ کہتے ہیں ہمیں اس دل کے سمجھانے کے تئیں
کیوں کہ سمجھاویں کہو ایسے دوانے کے تئیں

ہو رہا ہے درد و غم سے عشق کے از بس خفا
مستعد بیٹھا ہے ہو کے جی نکل جانے کے تئیں

آوے نہ کیوں کہ رشک مجھے برگ پاں ستی
لیتا ہے کیا مزا وہ سجن کے لباں ستی

دیا تلخی سے جی فرہاد نے یوں کہکے یا قسمت
لکھا تھا یہ کہ شیریں سے ملیں گے ہم قیامت کو

بے طرح دیوانگی پر عشق میں آیا ہے دل
دیکھئے اب زندگی میری کا کیا اسلوب ہو

حال اے قاصد مرا جو کچھ کہ تو جاتا ہے دیکھ
اس طرح سے اس سے مت کہیو کہ وہ محجوب ہو

فام پر ان خوب رویوں کے فدا کرتا ہے جان
کیوں نہ ان طرحوں سے مجکو دل مرا محبوب ہو

کیوں کہ خاطر خواہ دل کے درد کی تقریر ہو
کب یہ معنی لفظ میں آتے ہیں کیا تحریر ہو

بے طرح ہم مبتلا پاتے ہیں خوباں کا اُسے
دیکھیے اب اس دوانے دل کی کیا تدبیر ہو

زندگی اور موت لگ جاوے ٹھکانے سب حزیں
عشق میں رعنا جوانوں کے مروں گر پیر ہو

اس طرح سینہ جو کھلا یا ہمیں روز سیاہ
کیا کیا تھا سانورے کا ہاے ہم ایسا گناہ

اشک رنگیں کیوں رواں ہوتے مری آنکھوں سےتی
گر نہ پڑتی گل رخوں کی اے حزیں مجھ پر نگاہ

نہ آئی اس کے مرنے پر بھی شیریں جوے شیر اوپر
یہ حسرت جی میں اپنے اب تلک فرہاد رکھتا ہے

کچھہ کٹے ہجر میں کچھہ وصل میں گریاں گزرے
کیا مری عمر کے اوقات پریشاں گزرے

شان مجنوں کی کسو کی نہ رہی نظروں میں
خیل آہو میں جو ہم چاک گریباں گزرے

خوباں کے درد و غم نے کیا ناتواں مجھے
یاں تک کہ مو بھی تن پہ ہوے ہیں گراں مجھے

ان دلبروں کو دیکھہ دل ایسا گیا کہ ہاے
ملتا نہیں ہے اس کا کہیں اب نشاں مجھے

یوں تونے مجکو جان یکا یک بھلا دیا
تیری وفا پہ ہاے نہ تھا یہ گماں مجھے

کیوں کر کروں جفا کی شکایت میں اس سےتی
کرتا ہے وہ وفا میں کبھو امتحاں مجھے

ہر نصیحت میں تری مانوں گا اے ناصح پر ایک
دلبروں کے دیکھنے میں جی مرا ناچار ہے

یاں تلک ان خوب رویوں نے ستایا ہے کہ اب
زندگانی سیتی اپنی جی مرا بیزار ہے

دیوانگی کو اپنی مرنے تلک نبھایا
ملتے کہاں ہیں کامل مجنوں سے فن کے اپنے

نہیں چھوڑتا ہے یہ دل خوبوں ستی مروڑیں
مارے ہوئے ہیں ہم تو اس بانکپن کے اپنے

میں ان خوبوں کے ملنے بن جو اتنے رنج کھینچوں ہوں
نہیں تقصیر کچھ ان کی مجھے یہ دل ستاتا ہے

نہیں کچھ جانتے خرشید رو قدر اس دوانے کی
انھوں پر ہائے دل کس کس طرح سے جی جلاتا ہے

نہ کی کچھ فکر تم نے اپنے وعدوں کے وفاؤں کی
بھلی تم نے خبر لی جان اپنے آشناؤں کی

میں چاہتا ہوں عشق چھپاؤں پہ کیا کروں
رسوا کریں ہیں خلق میں یہ چشم تر مجھے

سب آرزوئیں دل کی ٹھکانے لگیں حزیں
گر قتل کر چکے وہ سپاہی پسر مجھے

نہ پائے ہم نے خوباں دوست اپنے آشناؤں کے
عبث ہم عمر کھوئے عشق میں ان بے وفاؤں کے

یہ لڑکے نازنیں کیوں کر جلاویں جی ہر اک جی پر
کہ ہوتے ہیں نپٹ نازک مزاج ان میرزاؤں کے

نہیں کہتا کوئی سمجھا کے ہاے ان خوبرویوں سے
یہ کیوں کر ہوتے ہیں گے دشمن اپنے مبتلاؤں کے

دام الفت کی رہائی خوش نہیں آتی مجھے
ایک دم تجھہ سے جدائی خوش نہیں آتی مجھے

روز باراں کیوں نہ اے زاہد کہوں مے کو حلال
اس قدر بھی پارسائی خوش نہیں آتی مجھے

بجا ہے درمیاں ان کے تجھے دعویٰ خدائی کا
سجن واللہ بندے ہیں بتاں خوش کہر تیرے

پسیجا بھی نہ گرمی سے تری پتھر سا دل اُس کا
نہ کر شور اس قدر اے آہ بس دیکھے اثر تیرے

وفا میرا اگر جور و جفا تجکو نہ سکھلاتا
تو کیا آرام سے یہ زندگانی ہاے کٹ جاتی

یہ خسرو کوہکن سے سر چڑے کو کیونکہ ترساتا
اگر شیریں تک اک بھی امتحاں کو کام فرساتی

حزیں میں درد دل کا کس طرح ظاہر کروں تجھہ سے
مجھے کہتا ہے تیری بات مجکو خوش نہیں آتی

راحت کو اپنے دل کی نہ پاؤں گا ایک دم
جب تک کہ میرے ساتھہ یہ خانہ خراب ہے

مجھے کہتا ہے تیرا دل کہاں ہے
قیامت شوخ میرا یہ گماں ہے

خزاں آتے ہی اب دیکھے گا آخر
نہ بلبل ہے نہ گل نے آشیاں ہے

نہت شورش سے آتی ھے بہار اب
خبر لے اپنی تو اے دل دوانے

جو کچھ سلوک کہ کرتا ھے اب گریباں سے
نہ تھا یہ ھاتھہ مرا اس قدر کبھو گستاخ

نو بہار آئی حزیں کیا کھجئے اب دل کی فکر
بے طرح مجکو نظر آتی ھے دیوانے کی طرح

کون دے گا دیکھہ اس منہ کو دل مجزوں کی داد
لے نہیں جانے کے محشر میں بھی اس کے خوں کی داد

کوہ و صحرا میں پڑے فریاد کر کر مر گئے
کچھہ نہ دی اس چرخ نے فرھاد اور مجنوں کی داد

مہرو بے مہری تمھاری ھم سمجھتے ھیں سجن
جی میں جنگ اور منہ پہ یہ صلح نمایاں العیاذ

ایک دن دریا نے دیکھا تھا مرے دریا کا جوش
روز و شب ہوتا ھے غیرت سے تہ و بالا ھنوز

گر پڑے نظروں ستی فرھاد اور مجنوں کی شان
دیں محبت میں اگر ھم اپنے غم کھانے کے عرض

جس طرح ھوتا ھے بے رونق چراغ ماھتاب
زرد رو مجلس میں خوباں کی نظر آتي ھے شمع

بجھہ گیا تھا مرگ سے مجنوں کی الفت کا چراغ
داغ نے میرے کیا روشن محبت کا چراغ

متصل فریاد کو کب کرسکے ھے سر براہ
کوہ ھو سکتا نہیں دلہاے نالاں کا حریف

خرد سالوں میں قیامت ہے اٹک جیوں شاخ گل
کیوں نہ جاوے جی کی آنکھوں میں کھٹک جیوں شاخ گل

ہات اس کا بسکہ نازک ہے نہیں لاتا ہے تاب
توڑنے میں گل کے جاتا ہے لچک جیوں شاخ گل

قرض ہووے گی قضا او ہو شہیدوں سے ترے
تب کرے گی حشر میں رنگیں قیامت کا چمن

دیکھکر گلشن میں تجکو جان گڑ جاتا ہے سرو
یہ لٹک قد کی ترے ساری کہاں پاتا ہے سرو

کچھہ نہیں اس کو رعایت شان معشوقی کی ہاے
اس قدر کیوں قمریوں کو سر پہ بٹھلاتا ہے سرو

کچھہ محبت میں نہیں عاشق بچاروں کا گناہ
دل کی گردن پر ہے سب ان دکھہ کے ماروں کا گناہ

——‡*‡——

حشمت

نکتہ سنج والا فطرت سید محتشم علی خاں
حشمت، مرد سپاہی پیشہ درست اندیشہ بود - گوہر اصلش
از بدخشان است و لعل رنگین خیالش نہایت (ن *)
رخشاں، سخنش دل پسند است و فکرش بلند - بکمال

(* ن:) بغایت -

خوش خلقی و فراخ حوصلگی زیست می کرد و بوسعت حال می گزرانید۔ دیوانش فقیر سیر کردہ و چشمے آب دادہ حقا کہ دراں تلاش معنی تازہ کردہ و الفاظ رنگین بروے کار آوردہ۔ احیاناً ریختہ ھم می گفت ازاں جملہ است :-

بہار آئی دوانے کی خبر لو   اگر زنجیر کرنا ھے تو کر لو

حاتم

اسرار معنی را ملہم محمد حاتم 'حاتم' پر بخود می جنبید و سہہ مستانہ راہ می رود۔ زاد بومش شاہ جہاں آباد است و طبع صیر فیش نقد و قلب سخن را نقاد :-

نظر آتا تھا بکری سا کہا پر ذبح شیروں کو
نہ جانا میں کہ یہ قصاب کا رکھتا ھے دل گردا

گر عدو میری بدی کرتا ھے خاص و عام میں
میں اسے رسوا کروں گا باندہ کر ھیوں کے بیچ

سجن نے یاد کر نامہ لکھا اور ھم رھے غافل
بجا ھے معذرت لکھنا ھمیں کاغذ خطائی پر

ایک دن ھاتھہ لگایا تھا ترے دامن کو
اب تلک سر ھے خجالت سے گریباں کے بیچ

مثال بحر موجیں مارتا ہے لیا ہے جن نے اس جگ سے کنارا
آزاد کو بھلا ہے رہنا جہاں میں ننگا
ہیگا لباسیوں میں جن نے لباس رنگا

فال کیسی طرح چاہے تھا کہ پالا دے مجھے
مدعی آخر کو اپنے زور میں آپی گرا

آب حیات جا کے کسو نے پیا تو کہا
مانند خضر جگ میں اکیلا جیا تو کہا

ہجر میں زندگی سے مرگ بھلی
کہ کہیں سب جہاں وصال ہوا

مبتلا آتشک میں ہوں اب میں
آگے آیا مرے کیا میرا

لیا اس گلبدن کا ہم نے بوسہ
تو کیا چوما رقیبوں نے ہمارا

ان دنوں میں دیکھکر مجھکو ابھرتے ہیں رقیب
پیت ہے ان کا بھرا کل پرسوں مرتے ہیں رقیب

خاصے سجن کا ملنا تن سکھہ ہے عاشقوں کا
گاڑھے رقیب سارے مرتے ہیں ہاتھہ ململ

مارا ہے سنگ دل نے دکھا مجھکو رنگ سرخ
تعویذ مجھہ مزار کا لازم ہے سنگ سرخ

——‡‡——

حشمت

شہید معرکۂ جرأت محمد علی حشمت سلحشور میدان سخن بود و تسخیر قلمرو معنی بشمشیر زباں می نمود آخر در جدال و مناقشۂ قطب الدین خان فوج دار مراد آباد با پسران علی محمد خاں رهیلہ شربت شہادت چشید و جا در شہر خاموشاں گزید :—

جب آ خزاں چمن میں ہوئی آشنائے گل
تب عندلیب روکے پکاری کہ ہائے گل

خط نے ترا حسن سب اُڑایا　　یہ سبز قدم کہاں سے آیا

—— * ——

حسن

میر محمد حسن 'حسن' گلہائے معانی از فکرت مرزا رفیع سودا دستہ بستہ در شاہجہاں آباد چمن بنیاد سکونت دارد :—

لگتا ہے آج مجکو یہ سارا جہاں خراب
شاید کہ مرگیا ہے کوئی خانماں خراب

قاتل اگر کہے کہ سسکتا ہی چھوڑ یو
خنجر تو ایک دم کے لیئے منہ نہ موڑیو

—— * ——

حسیب

'حسیب' مولد و منشاش حیدرآباد است و در سخن مہر عبدالولی عزلت اُستاد :—

قواعد کیا ہے کھیو راست جیوں تیر اے کماں ابرو
کشش کر زور سے دل کھینچ پھر کیوں چھوڑ دیتو ہو

گلبدن پھول کی مت توڑ کے ڈالی آرے
دیکھ ابھی شور کریں بلبل و مالی آرے

—— * ——

حرف الخا

خاکسار

محمد یار خاکسار از خدام درگاہ قدم شریف است ، گویند بسیار بر می پیچد و خود را درنی شعرائے مسلم منسوب می کند - بہر حال شعرش از موزونیت خالی نیست و آں کہ بعض اعزہ سر بانکار موزونیت او بر آوردہ او را از زمرۂ شعرا خارج می‌کنند - ناشی از ستم ظریفی و بے انصافی است و شعرش نسبت شعرائے مسلم بدرجۂ نازل البتہ است لیکن انکار موزونیت

بچہ راہ :—

تیری زلف سیہ سے اے پیارے　　مجکو یک سر ہزار سودا ہے

خاکسار اس کی انکھیاں کے کہے مت لگیو تو
مجکو ان خانہ خرابوں ہی نے بیمار کیا

قیامت بھی ہوگی تو میری بلا سے
مجھے داد خواہی کی طاقت کہاں ہے

رونے سے خاکسار کے سوتا نہیں ہے کوئی
اس خانداں خراب کو چنگا خدا کرے

—— * ——

حرف الدال

درد

در معنی یابی فوقہ خواجہ میر درد، از شعراے ممتاز زمانہ است و در سخن گوئی یگانہ - بے اغراق طبع بلندش رسا است و فکر دل پسندش والا :—

اکسیر پر میہوس اتنا نہ ناز کرنا
ہے کیمیا سے بہتر دل کا گداز کرنا

نالہ فریاد آہ اور زاری　　آپ سے ہوسکا سو کر دیکھا
اُن لبوں نے نہ کی مسیحائی　　ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا

کبھو خوش بھی کیا ہے جی کسی رند خرابی کا
بھڑا دے منھ سے منھ ساقی ہمارا اور گلابی کا

جگ میں کوئی نہ ٹک ہنسا ہوگا
کہ نہ ہنسنے میں رو دیا ہوگا

دیکھیے غم سے اب کے جی میرا
نہ بچے گا بچے گا کیا ہوگا

قتل سے میرے وہ جو باز رہا
کسی بد خو نے کیا کہا ہوگا

دل تو اے درد قطرۂ خوں تھا
آنسوؤں میں کبھی گرا ہوگا

اہل فنا کو نام سے ہستی کے ننگ ہے
لوح مزار بھی مری چھاتی پہ سنگ ہے

فلک پر کون کہتا ہے گزر آہ سحر کرنا
جہاں جی چاہے وہاں جا پر کسو دل میں اثر کرنا

عاشق بے دل ترا یہاں تک تو جی سے سیر تھا
زندگی کا اس کو جو دم تھا دم شمشیر تھا

حرص کرواتی ہے روبہ بازیاں سب ورنہ یہاں
اپنے اپنے بوریے پر جو گدا تھا شیر تھا

شیخ کعبے ہوکے پہنچا ہم کنشت دل میں ہو
درد منزل ایک تھی ٹک راہ کا ہی پھیر تھا

میں جاتا ہوں دل کو ترے پاس چھوڑے
مری یاد تجھکو دلاتا رہے گا

خفا ہوکے اے درد مر تو چلا تو
کہاں تک غم اپنا چھپاتا رہے گا

انداز وہ ہی سمجھے مرے دل کی آہ کا
زخمی جو کوئی ہوا ہو کسو کی نگاہ کا

جوں شمع روتے روتے ہی گزری تمام عمر
تو بھی تو درد داغ دل اپنا نہ دھو سکا

دل اُس مژہ سے دیکھو نہ تو چشم راستی
اے بے خبر برا ہے یہ فرقہ سپاہ کا

شاہ و گدا سے اپنے تئیں کام کچھ نہیں
نے تاج کی ہوس نہ ارادہ کلاہ کا

مژگان تر ہوں یا رگ تاک بریدہ ہوں
جو کچھ کہو سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں

کھینچے ہے دور آپ کو میری فروتنی
اُفتادہ ہوں پہ سایۂ قد کشیدہ ہوں

ہر شام مثل شام ہوں میں تیرہ روزگار
ہر صبح مثل صبح گریباں دریدہ ہوں

یہ چاہتی ہے اب تپش دل کہ بعد مرگ
کُنج مزار میں بھی نہ میں آرمیدہ ہوں

اے درد جا چکا ہے مرا کام ضبط سے
میں غمزدہ تو قطرۂ اشک چکیدہ ہوں

نہ ملیے یار سے تو دل کو کب آرام ہوتا ہے
وگر ملیے تو مشکل ہے کہ وہ بدنام ہوتا ہے

قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا
پر ترے عہد سے آگے تو یہ دستور نہ تھا

رات محفل میں ترے حسن کے شعلے کے حضور
شمع کے منہ پہ جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا

محتسب سنگ جفا سے ترے مے خانے میں
کون سا دل تھا کہ شیشے کی طرح چور نہ تھا

باوجودے کہ پرو بال نہیں آدم کے
وھاں تو پہنچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا

یار نے درد سے ملنے کا برا کیوں مانا
اُس کو کچھ اور بجز دید کے منظور نہ تھا

ھم تجھ سے کس ھوس کی فلک جستجو کریں
دل ھی نہیں رھا ھے جو کچھ آرزو کریں

مت جائیں ایک دم میں یہ کثرت نمائیاں
گر آئینے کے سامنے ھم آکے ھو کریں

تر دامنی پہ شیخ ھماری نہ جا ابھی
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

ھے اپنی یہ صلاح کہ سب زاھدان شہر
اے درد آکے بیعت دست سبو کریں

اُن نے کیا جو یاد مجھے بھول کر کہیں
پاتا نہیں ھوں تب سے میں اپنی خبر کہیں

آجائے ایسے جینے سے اپنا تو جی بتنگ
جیتا رھے گا کب تلک اے خضر مر کہیں

مدت تلک جہاں میں ھنستے پھرا کیے
جی میں ھے خوب روئیے اب بیٹھ کر کہیں

پھرتے تو ہو بنائے سج اپنی جدھر تدھر
لگ جاوے دیکھیو نہ کسی کی نظر کہیں

پوچھا میں درد سے کہ بتا تو سہی مجھے
اے خانماں خراب ترا بھي ہے گھر کہیں

کہنے لگا مکان معین فقیر کو
لازم ہے کیا کہ ایک ہی جا ہوے ہر کہیں

درویش ہر کجا کہ شب آمد سرائے اوست
تونے سنا نہیں ہے یہ مصرع مگر کہیں

مست ہوں پیر مغاں کیا مجکو فرماتے ہو تم
پائے بوس خُم کروں یا دست بوسیٔ سبو

تال دینا اُس کو نت ہر طرح جیوں قبلہ نما
پھر مجھے ہر پھر کے آ رہنا اُسی کے روبرو

ربط ہے ناز بتاں کو تو مری جان کے ساتھ
جي ہے وابستہ مرا اُن کی ہر اک آن کے ساتھ

گر مسیحا نفسی ہے یہی مطرب تو خیر
جی ہی جاتے ہیں چلے تیری ہر اک تان کے ساتھ

جی کی جی میں رہی کچھہ بات نہ ہونے پائی
ایک بھی اس سے ملاقات نہ ہونے پائی

دید وا دید تو ہوی دور سے میري اُس کی
پر میں چاہا تھا جو وہ بات نہ ہونے پائی

اُٹھہ چلے شیخ جو تم مجلس رنداں سے شتاب
ہم سے کچھہ خوب مدارات نہ ہونے پائی

جی میں مرکوز جو تھی آپ کی خدمتگاری
سو تو اے قبلۂ حاجات نہ ھونے پائی

اے نور نظر ترا تصور تھا پیش قدم جدھر گئے ھم

کوہ کن سے نہ بول اے پرویز
اُس کے تیشے کی یہاں زباں ھے تیز

ساقی اب سب پکارتے ھیں کے
تیرے ھاتوں ستی بریز بریز

ھے غلط گر گمان میں کچھہ ھے
تجھہ سوا بھی جہاں میں کچھہ ھے

دل نے تیرے تو رنگ سیکھا ھے
آن میں کچھہ ھے آن میں کچھہ ھے

درد کا حال کچھہ نہ پوچھو تم
وھی رونا ھے نت وھی غم ھے

غنیمت ھے یہ دید وا دید یاراں
جہاں آنکھہ مند گئی نہ میں ھوں نہ تو ھے

اے گل تو رخت باندھ اٹھاؤں میں آشیاں
گلچیں تجھے نہ دیکھہ سکے باغباں مجھے

آنکھوں کی راہ میری اب خون ھی رواں ھے
جو کچھہ ھے دل میں میرے منہ پر مرے عیاں ھے

آھوں کی کشمکش دیکھو کہیں نہ توٹے
تار نفس سے گویا وابستہ میری جاں ھے

مت موت کی تمنا اے درد ہر گھڑی کر
دنیا کو دیکھہ تو بھی تو تو ابھی جواں ھے

کب ترا دیوانہ آوے قید میں تدبیر سے
جھوں صدا نکلا ھی چاھے خانۂ زنجیر سے

درد اپنے حال سے تجھے آگاہ کیا کرے
جو سانس بھی نہ لے سکے سو آہ کیا کرے

فرسودگی ھے رشتۂ تسبیح کا حصول
دل میں کسو کے آہ کوئی راہ کیا کرے

دل دے چکا ھوں اس بت کافر کے هاتھہ میں
اب میرے حق میں دیکھیے اللہ کیا کرے

دل! ویسے ستمگار سے اظہار محبت
ایسا کہیں پھر دیکھیو زنہار نہ هووے

دیکھہ لوں گا میں اسے دیکھیے مرتے مرتے
یا نکل جاے گا جی نالے کے کرتے کرتے

درد جیوں نقش قدم تھا سر راہ پر اس کے
مت گیا اوروں کے پانوں تلے دھرتے دھرتے

اپنے بندوں پہ جو کچھہ چاھو سو بیداد کرو
یہ نہ آجاے کہیں جی میں کہ آزاد کرو

یا رب تھی کیا خرام وہ جن نے ایک آن میں
کیتے ھی مردے حشر سے آگے جلا دیے

نزع میں ھوں پہ وھی نالے کیے جاتا ھوں
مرتے مرتے بھی ترے غم کو لیے جاتا ھوں

جگ میں آکر اِدھر اُدھر دیکھا	تو ھی آیا نظر جدھر دیکھا

نے خانۂ خدا ھے نہ ھے یہ بتوں کا گھر
رھتا ھے کون اس دل خانہ خراب میں

درد اس جہاں کی دید کو مفت نظر سمجھ
پھر دیکھنے کا نہیں تو اس عالم کو خواب میں

جلوہ تو ھر اک طرح کا ھر شان میں دیکھا
جو کچھ کہ سنا تجھ میں سو انسان میں دیکھا

——§*§——

داؤد

مرزا داؤد از تربیت یافتگان عزلت است :—

زلف دلبر سے مجھکو سودا ھے	خلق کہتی ھے تجھکو سودا ھے

——§*§——

درد

کرم اللہ خاں درد ھمشیرہ زادۂ امیر خاں انجام است ' سخنش خالی از چاشنیء درد نیست :—

عشق کی آگ لگی ھے مری اب جان کے بیچ
شمع سا جل کے بجھوں گا ابھی ایک آن کے بیچ

میں دوانا ھوں ترا مجکو نہ مار اے ظالم
قتل مجنوں کا پڑھا ھے کہوں قرآن کے بیچ

عقل اور ہوش گیا دیکھکے غمزے کی فوج
ایک دل اڑ کے رہا عشق کے میدان کے بیچ

یہ وہ آنکھیں تھیں جو دریا ستی لیتی تھیں خراج
اب تو نم بھی نہیں ان دیدۂ گریاں کے بیچ

سامنے ہوتے ہی پھر نعش نہ پائی دل کی
بٹ گیا نوک سناں پر صف مژگان کے بیچ

زخم دل ہونے دے نا سور نہ کر اُس کا علاج
درد میں جو کہ مزا ہے نہیں درمان کے بیچ

دردمند

گلشن معنی را نخلبند محمد فقیہ دردمند شمع ادراکش برکردۂ تجلی کدۂ میرزا مظہر است - دیوانے بزبان فارسی جمع کردہ دراں تلاش معنی رنگیں و الفاظ درد آگیں نمودہ داد سخن گستری دادہ از چندے رخت اقامت بہ بنگالہ کشیدہ صحبتش با ناظم انجا کوک گر دیدہ در انجا بتوسع حال بسر می برد :—

ہے غم سے رقیبوں کے مرا دل ناشاد
اُس کے دھڑکے سے جاتے ہیں عیش بباد

پرویز کے شیشہ خانۂ عشرت پر
سنگ آیا سخت و لیک آیا فرہاد

کہسار میں جاگرا ہے ناحق کے تئیں
پرویز سے جا بھڑا ہے ناحق کے تئیں

کوئی تکر پہاڑ سے لیتا ہے
فرہاد کا سر پھرا ہے ناحق کے تئیں

این چند بیت از ساقی نامۂ اوست :—

پڑی اس کی خوبی کی از بسکہ دھوم
لیا ہاتھہ قدرت کا صانع نے چوم

ارے ساقی اے جان فصل بہار | یہی تھا ہمارا و تیرا قرار
ہمارے بسر نے کی یہ فصل تھی | فراموش کرنے کی یہ فصل تھی

تری جان کی سوں غنیمت ہوں میں
سلیقوں میں ظالم قیامت ہوں میں

مرا عقل میں کون انباز ہے | ارسطو مرا اک دوا ساز ہے
فلک چرخ مارے گا گر صد ہزار | نہ لاوے گا مجھہ سا کوئی دوبکار
نظر تو کرو ٹک چمن کی طرف | شگوفے کو آیا ہے مستی سے کف

چمن میں بھرا ہے نشا یہاں تلک
کہ نرگس کی جاتی ہے گردن ڈھلک

—‡*‡—

دانا

فضل علی دانا شاگرد مضمون است گویند بہ آزادہ

وضعی و وارستہ منشی بسر می برد و شعر را بطور خود درست می گوید : —

دل میں ہر ایک کے سودا ہے خریداری کا
یوسف مصر مگر تو ہی ہے اے یار عزیز

نہ چاٹے خون کو جس روز میرے اُس کو فاقہ ہے
رگ گردن سے مری اُس کے خنجر کو علاقہ ہے

—)*(—

حرف الذال

ذہین

میر محمد مستعد ذہین از دوستان مولف بود - در عہد شباب جوانی بساط از عالم حادث چید و بجہان قدیم مائل گردید : ؎

ہمارے دل کو مت آزار دے اے باغباں نا حق
جلا مت آتش گل سے ہمارا آشیاں نا حق

ہائے کیا کیجئے جو پہنچی نہیں
کان تک اُس کے ہماری فریاد

ہو اگر کچھ یار کے تشریف فرمانے میں دیر
تو کریں گا ہے کو اس دنیا سے ہم جانے میں دیر

جنوں کی اُن کے ناصح کچھ نہیں تدبیر کرسکتا
چھٹتے پھرتے نہ دیوانے جو وہ زنجیر کرسکتا

کروں میں کیوں کہ اُس کے روبرو شکوہ جفاؤں کا
حیا آتی ہے مجکو میں نہیں تقریر کرسکتا

باتیں ہماری راست اُنہوں نے نہ جانیاں
کیا کیا بتوں کے جی میں بھی ہیں بدگمانیاں

تھے دل دغا کی راہ سے وہ لطف وہ کرم
کیدھر گئیں بتاں کی ویسی مہربانیاں

—*—

حرف الرا

رسوا

رسوا ہندو پسر جدید الایمان بود آخر از فرط جنون ورق عقل و خرد گردانید؛ و سواد سودا بہم رسانید چوں کارش برسوائی کشید بدر ترک ہستی زدہ در عین عنفوان جوانی بحلقۂ زنجیر مرگ گرفتار شد

ازوست :—

قفس سے ووں گئے ہم اور چمن میں جاے نہیں
اُڑیں تو پر نہیں رکھتے چاہیں تو پاے نہیں

وصل میں بے خود رہے اور ہجر میں بیتاب ہو
اس دوانے دل کو رسوا کس طرح سمجھائیے

ہر گلی کو کو پڑے ہیں مست ہو دیوار و در
ابر رحمت ہے برستا یا برستی ہے شراب

آرام تو کہاں کہ تک اک سو کے چپ رہیں
آنسو بھی نہیں رہے کہ بھلا روکے چپ رہیں

—— * ——

حرف الزا

ذکی

جعفر علی خان ذکی از عمدۂ منصب داران سرکار والا است و طبعش غایت ذکا، بکمال رعنائی و میرزائی زیست می کرد حالیا از فرط پریشانی بآشفتگی بسر می برد باقتضاے موزونی طبیعت شعر بزبان ریختہ هم می گوید :-

عشق میں صبر و قناعت گرچہ کچھ مشکل نہیں
لیک اُن کو ہے کہ جن کو دل ہے میرے دل نہیں

اے گل و بلبل بہار آئی ہے تنگ دل کھول لو
چار دن صحبت غنیمت جان کر ہنس بول لو

مصر سے یوسف چلا بکنے کو اے کنعا نیو
تم میں کیا قدرت نہیں اتنی کہ اس کو مول لو

در مثنوی خود در منقبت حضرت شاہ ولایت گفتہ :—

قضا کے راج کی صنعت گری دیکھ
نبی کے آل کی بارہ دری دیکھ
نبی کی آل اوپر وار جانا
اسی بارہ پلے سے پار جانا

نہ لے جانقد دل کو اے اناڑی عشق کی پھڑ میں
کبھی جیتے پھرے دیکھا ہے وہاں کے جان ہاروں کو

سجن کے دیس کہا پہنچی ہے بے ہوشی نہایت کو
دے آیا بھول کر قاصد کتا بت جا نہایت کو

اے منکر حقیقت تک سیر کفر لازم
اس اوپری جگت میں کوئی تشنہ دسے ہے

سن کر احوال مرا ناصح مشفق نے زکی
ہات سے ہات ملا درد سے سینا کوٹا

بعضے گویند ایں شعر از ولی دکنی است :—

بعد مرگ کو ہکن شیریں اگر جیتی رہی
دیکھ کر یہ جوے شیر اپنا لہو پیتی رہی

چاک کو تقریر کے ممکن نہیں کرنا رفو
تا قیامت سوزن تدبیر اگر سیتی رہی

خاکساری نہ کر موذی کے ہر گز اعتبار
جونک ماٹی میں ملی تو بھی لہو پیتی رہی

—*—

حرف السین

سودا

نکتہ داں بے ہمتا میرزا محمد رفیع سودا مردے است سپاہی پیشہ و درست اندیشہ حقا کہ رتبۂ شعرش عالی است و سخن درد مندانہ اش حالی ، امروز در میدان گفتگو گوے سبقت از اقران و امثال خود می رباید و داد معنی یابی و رنگیں خیالی می دہد :—

مقدور نہیں اُس کی تجلی کے بیاں کا
جیوں شمع سراپا ہو اگر صرف زباں کا

پردے کو تعین کے در دل سے اُٹھا دے
کھلتا ہے ابھی پل میں طلسمات جہاں کا

'سودا' جو کبھی گوش سے ہمت کے سنے تو
مضمون یہی ہے جرس دل کی فغاں کا

ہستی سے عدم تک نفس چند کی ہے راہ
دنیا سے گزرنا سفر ایسا ہے کہاں کا

بے کس کوئی مرے تو جلے اس پہ دل مرا
گویا ہے یہ چراغ غریبوں کی گور کا

آہ کس طرح تری راہ میں گھیروں کہ کوئی
سد رہ ہو نہ سکے عمر چلی جاتی کا

سودا قمار عشق میں شیریں سے کوهکن
بازی اگرچه پا نه سکا سر تو کهو سکا

کس منه سے پهر تو آپ کو کهتا هے عشق باز
اے روسیاه تجهه سے تو یه بهی نه هو سکا

پهرے هے شیخ یه کهتا که میں دنیا سے منه موڑا
الهی ان نے اب ڈاڑهی سوا کس چیز کو چهوڑا

جو گزری هم په مت اس سے کهو هوا سو هوا
بلا کشان محبت په جو هوا سو هوا

مباد هو کوئی ظالم ترا گریباں گیر
مرے لهو کو تو دامن سے دهو هوا سو هوا

میں دشمن جاں ڈهونڈه کے اپنا جو نکالا
سو حضرت دل سلمه الله تعالیٰ

تجهه تیغ تلے کهیو رستم سے که سر دهر دے
پیارے یه همیں سے هو هر کارے و هر مردے

جسے که زلف سیه نے تری ڈسا هو گا
غرض وه مر هی گیا هو گا کیا جیا هو گا

کسی دین دار و کافر کو خیال اتنا نهیں آتا
سحر کیا هو چکا سودا که جی پر شام کیا هوگا

سودا سے یه کها میں دل اس طرح سے کهونا
کهنے لگا که ناداں کیا پوچهتا هے هوتا

کهوں اسیری پر میری صیاد کو تها اضطراب
کیا قفس آباد هو گئے کون سے گلشن خراب

یا تبسم یا نگہ یا وعدہ یا گاھے پیام
کچھہ بھی اے خانہ خراب اس دل کے سمجھانے کی طرح

عقل نے ایک دن آکر یہ کہا سودا سے
خواہ نزدیک ھمارے رھو خواہ ھم سے دور

لیکن اتنا ھے کہ وہ کام نہ کر یو پیارے
جس کا ثمرا رکھے تجکو دل عالم سے دور

انکار قتل سے تو کرے ھے سجن ھنوز
میلا نہیں ھوا ھے ھمارا کفن ھنوز

کس کے ھیں زیر زمین دیدۂ نمناک ھنوز
جابجا سوت ھے پانی کی تہہ خاک ھنوز

سودا کا تونے حال نہ دیکھا کہ کیا ھوا
آئینہ لے کے آپ کو دیکھے ھے تو ھنوز

اے لالہ گر فلک نے دیے تجکو چار داغ
چھاتی مری سراہ کہ اک دل هزار داغ

کون کہتا ھے مت اوروں سے ملا کر مجھہ سے مل
جس کے ملنے میں خوشی تیری ھو مل پر مجھہ سے مل

قاتل کے دل سے آہ نہ نکلی ھوس تمام
ذرہ بھی ھم تڑپنے نہ پاے کہ بس تمام

تسلی اس دوانے کی نہ ھو جھولی کے پتھروں سے
اگر سودا کو چھیڑا ھے تو لڑکو مول لو پھڑیاں

ظاھر میں دیکھنے کا کچھہ اسباب ھی نہیں
آوے مگر تو خواب میں سو خواب ھی نہیں

کس کی ہیں یہ چمن میں صبا بد شرابیاں
ٹوٹی پڑی ہیں غنچوں کی ساری گلابیاں

بلبل خاموش ہوں جیوں نقش دیوار چمن
نے قفس کے کام کا ہرگز نہ در کار چمن

نوک سے کانٹوں کے ٹپکے ہے لہو اے باغباں
کسی دل آزردے کے دامن کش ہیں یہ خار چمن

جی ٹک تو دے کے لوں جو تو ہو کار گر کہیں
اے آہ کیا کروں نہیں بکتا اثر کہیں

ہوتی نہیں ہے صبح نہ آتی ہے مجھکو نیند
جس کو پکارتا ہوں سو کہتا ہے مر کہیں

غیر کے پاس یہ اپنا ہے گماں ہے کہ نہیں
جلوہ گر یار مرا ورنہ کہاں ہے کہ نہیں

اس درد دل سے موت ہو یا دل کو تاب ہو
قسمت میں جو بدا ہو الٰہی شتاب ہو

اس کشمکش سے دام کے کیا کام تھا مجھے
اے الفت چمن ترا خانہ خراب ہو

بدلا ترے ستم کا کوئی تجھ سے کیا کرے
اپنا ہی تو فریفتہ ہووے خدا کرے

تجھ بن عجب معاش ہے سودا کا ان دنوں
تو بھی ٹک اُس کو جا کے ستمگار دیکھنا

نے حرف و نے حکایت و نے شعر و نے سخن
نے سیر باغ و نے گل و گلزار دیکھنا

خاموش اپنے کلبۂ احزاں میں روز و شب
تنہا پڑے ہوئے در و دیوار دیکھنا

یا جا کے اُس گلی کو جہاں تھا ترا گزر
لے صبح تا بشام کئی بار دیکھنا

تسکین دل نہ اُس میں بھی پائی تو پھر شغل
پڑھنا یہ شعر کا کبھی اشعار دیکھنا

کہتے تھے ہم نہ دیکھ سکیں تجکو غیر پاس
پر جو خدا دکھائے سو ناچار دیکھنا

آ گیا رات میں جیوں دزد حنا تیرے ہات
ورنہ جا پانوں کو لاگی تھا چوری چوری

زاہد چلا ہے کعبے کو اور برہمن کنشت
بندے ہیں اُس کے ہم جو کسی دل میں گھر کرے

جگ میں شراب خوار کے تشہیر کے لیئے
سودا جو محتسب ہو تو زاہد کو خر کرے

کر ذبح شتابی مجھے صیاد کہ یہ صید
ہاتوں ہی میں تیرے کہیں مردار نہ ہووے

یوں کہا شیخ نے شیطاں سے کہ آ ہم سے مل
آشنا مت ہو تو سودا سے خراباتی کا

تو کہا ان نے کہ ہے میری سعادت اس میں
لیک ہے خوف مجھے آپ کی بد ذاتی کا

کھینچا نہ میں چمن میں آرام یک نفس کا
صیاد تیرے گردن ہے خوں اس ہوس کا

کب عشق کی حھیت یہ چاھتی ھے مجنوں
ناقے کے پانوں اوپر تڑپے ھے دل جرس کا

گلہ لکھوں میں اگر تیری بے وفائی کا
لہو میں غرق سفینہ ھو آشنائی کا

زباں ھے شکر میں قاصر شکستہ بالی کی
کہ جن نے دل سے مٹایا خلش رھائی کا

جو کہ ھے ظالم وہ ھرگز پھولتا پھلتا نہیں
سبز ھوتے کھیت دیکھا ھے کبھو شمشیر کا

توڑ کے بت خانے کو مسجد بنا کی تونے شیخ
برھمن کے دل کا بھی کچھ فکر ھے تعمیر کا

جو یہ منظور ھے تم کو مرا دل لے کے جی لینا
کیا اک مجھ سا دنیا سے ترے سر صدقے کیا ھوگا

دامن صبا نہ چھو سکے جس شہوار کا
پہنچے کب اُس کو ھاتھ ھمارے غبار کا

موج نسیم آج ھے آلودہ گرد سے
دل خاک ھو گیا ھے کسی بے قرار کا

آوارہ ھے اتنا کہ میں جاتا ھوں جب اُس پاس
رھتا ھے یہی سوچ کہ گھر ھووے گا یا رب

دوزخ مجھے قبول ھے اے منکر و نکیر
لیکن نہیں دماغ سوال و جواب کا

ترے خط آنے سے دل کو مرے آرام کیا ھوگا
خدا جانے کہ اس آغاز کا انجام کیا ھوگا

نہ کھینچ اے شانہ اُن زلفوں کو یہاں سودا کا دل اٹکا
اسیر ناتواں ہے یوں نہ دے زنجیر کو جھٹکا

سجن میں رات سن کر ہر کسی کے پانوں کی آہٹ
اُٹھایا سر کو بالیں سے تو پھر دیوار سے پٹکا

پڑے رہ برق خار آشیاں مرے سے کہتا ہوں
اُڑے گا دھجیاں ہو کر ترا دامن جو یہاں اٹکا

نہ دی رخصت ہمیں صیاد نے تک سیر گلشن کی
بہت اے بلبلو کنج قفس میں ہم نے سر پٹکا

کر قطع ہاتھ پہلے تب فکر کر رفو کا
ناصح جو یہ گریباں تو نے سیا تو پھر کیا

اس وقت میں جو مجھ تک پہنچو تو واہ وا ہے
گر قصد بعد میرے تم نے کیا تو پھر کیا

سودا یہ کیا کرے گا نت اس طرح کا رونا
عالم کو اے دوانے مت ساتھ لے ڈبونا

جس طرح چاہتا ہے دنیا میں زندگی کر
لیکن تو یاد رکھیو عاشق کبھو نہ ہونا

ہر مژہ پر ہے تری لخت اس دل رنجور کا
خون ہے سودا اُپر ثابت مرے منصور کا

پونچھتے ہی پونچھتے گزرے ہے مجکو روز و شب
چشم ہے یا رب مری یا منہ ہے یہ ناسور کا

کیا کروں گا لے کے واعظ ہاتھ سے حوروں کے جام
ہوں میں ساغر کش کسی کی نرگس مخمور کا

اس قدر بنت العنب سے دل ہے سودا کا برا
زخم نے دل کے نہ دیکھا منہ کبھو انگور کا

کس کس طرح سے دیکھیں اس باغ کی فضائیں
کیدھر گئے ہیں ساقی وہ ابر وے ہوائیں

حسرت سے آئنے کا دل کیوں نہ ہووے پانی
شانہ حضور اُس کے زلفوں کی لے بلائیں

باتیں کدھر گئیں وہ تری بھولی بھولیاں
دل لے کے بولتا ہے جو اب تو یہ بولیاں

ہر بات ہے لطیفہ و ہر یک سخن ہے رمز
ہر آن ہے کنایہ و ہر دم ٹھٹھولیاں

کبھوں نہیں ہے آنکھوں کی کاوش سے دل کو چین
مژگاں نہ کر سکیں تو نگاہیں چبھولیاں

کیا چاہیے تجھے سر انگشت پر حنا
جس بے گناہ کے خون میں چاہی تو بولیاں

اندام گل پہ ہو نہ قبا اس مزے سے تنگ
جیوں خوش چھبوں کے تن پہ مسکتی ہیں چولیاں

سودا کے دل سے صاف نہ رہتی تھی زلف یار
شانے نے بیچ پڑ کے گرہ اس کی کھولیاں

خواہ کعبے میں تجھے خواہ میں بت خانے میں
اتنا سمجھوں ہوں مرے یار کہیں دیکھا ہے

نہ استفسار کیجے ہم سے اس لب کی حلاوت کی
شکر کا ذائقہ خون جگر خواروں سے مت پوچھو

ہمیں کو نالۂ کُنجِ قفس کہتے تو آتا ہے
چمن کے زمزمے کونے گرفتاروں سے مت پوچھو

ترا دل مجھ سے نہیں ملتا مرا دل رہ نہیں سکتا
غرض ایسی مصیبت ہے کہ کچھ میں کہہ نہیں سکتا

عشرت سے دو جہاں کے یہ دل ہاتھ دھو سکے
تیرے قدم کو چھوڑ سکے یہ نہ ہو سکے

مر جائیے کسی سے پہ الفت نہ کیجئے
جی دیجئے تو دیجئے پر دل نہ دیجئے

ملائم ہو گئیں دلبر برہ کی ساعتیں کڑیاں
پھر کٹنے لگی اُن بن نکٹ تیں جب بنا گھڑیاں

ہنوز آئینہ گرد اس غم سے اپنے منہ کو ملتا ہے
نہیں معلوم کیا کیا صورتیں اس خاک میں گڑیاں

اب تلک اشک کا طوفاں نہ ہوا تھا سو ہوا
تجھ سے یہ دیدۂ گریاں نہ ہوا تھا سو ہوا

جن نے دیکھا ترے منہ کو کہا سبحان اللہ
قدرت حق سے نمایاں نہ ہوا تھا سو ہوا

خط کی خوبی ترے عارض پہ یہ کہتی ہے کہ مور
رونق ملک سلیماں نہ ہوا تھا سو ہوا

قابل شانہ تری زلف ہوئی جس دن سے
کبھو جو دل کہ پریشاں نہ ہوا تھا سو ہوا

ابر مژگاں کے تصدق سے ترے اے سودا
سبز و خرم جو بیاباں نہ ہوا تھا سو ہوا

تونے سودا کے تئیں قتل کیا کہتے ہیں
یہ اگر سچ ہے تو ظالم اسے کیا کہتے ہیں

جس سے پوچھا کہ دل خوش ہے کہیں دنیا میں
رو دیا اُن نے اور اتنا ہی کہا کہتے ہیں

برہمن بت کدے کے شیخ بیت اللہ کے صدقے
کرو لے جا کے سودا کو دل آگاہ کے صدقے

جن نے نہ دیکھی ہو شفق صبح کی بہار
آ کر ترے شہید کو دیکھے کفن کے بیچ

سودا میں اپنے یار سے چاہا کہ کچھ کہوں
ایسے کہ اک نگہہ کی رہے من کے بیچ

کل رخصت بہار تھی شبنم صفت میں زور
رویا ہر ایک گل کے گلے لگ چمن کے بیچ

اب خدا حافظ ہے سودا کا مجھے آتا ہے رحم
ایک تو تھا ہی دوانا تس پہ آتی ہے بہار

صدقے ترے نہ دیکھیو گلشن میں پھر گزر
اُس دن سے چاک کرتے ہیں گل پیرہن ہنوز

شبنم کرے ہے دامن گل شست و شو ہنوز
بلبل کے خون کا نہ گیا رنگ و بو ہنوز

ہمرہ صبا کے خاک بھی میری ہے در بدر
جاتی نہیں ہے مجھ سے تری جست و جو ہنوز

ایک دن گھر میں دامن کا ترے دیکھا تھا
گرد پھرتے ہیں گریباں کے مرے چاک ہنوز

بال و پر ہونے نہ پائے تھے نمودار ہنوز
تب کے ہم کُنج قفس میں ہیں گرفتار ہنوز

ہوں گے پامال نہ کر ہم کو رہا اے صیاد
مشق پرواز نہیں تا سر دیوار ہنوز

تب سے پامال ہے دل کا ورق صبر و قرار
سبق ناز نہ لیتی تھی وہ رفتار ہنوز

زخم شمشیر ستمگر نے کیا کام تمام
یارو تم ڈھونڈھتے ہو مرہم زنگار ہنوز

شیخ اتنا تو جتاؤ نہ تم اپنا تقوے
عوض مے ہے گرو جبہ و دستار ہنوز

تیری دوری سے عجب حال ہے اس سودا کا
میں نے دیکھا نہیں ایسا کوئی بیمار ہنوز

حق تعالیٰ اُسے جیتا ہی رکھے دنیا میں
اس قباحت سے نہیں ہے تو خبردار ہنوز

قیس و فرہاد کے مرنے سے تو جگ میں اب تک
دشت میں خاک بسر روتے ہیں کہسار ہنوز

ساقی گئی بہار رہی دل میں یہ ہوس
تو منتوں سے جام دے اور میں کہوں کہ بس

کہتا تھا کل کسو سے کروں گا کسی کو قتل
اتنا تو کشتنی نہیں کوئی مگر کہ ہم

قاصد کے ساتھ چلتے ہیں یوں کہکے میرے اشک
دیکھیں تو پہلے پہنچے ہے وہاں نامہ بر کہ ہم

سودا نہ کہتے تھے کہ کسو کو تو دل نہ دے
رسوا ہوا پھرے ہے تو اب در بدر کہ ہم

مجھکو نہیں ہے دل میں ترے راہ کیا کروں
پر بے اثر ہے عشق مرا آہ کیا کروں

تجھے مکتوب لکھہ سودا نے مرغ روح کو سونپا
نہ کھینچا انتظار اتنا بھی تا پیدا کبوتر ہو

جو مہرباں ہے سو سودا کو مغتنم جانے
سپاھی زادوں سے ملتا ہے دیکھیے کیا ہو

غیر پہ نت ہے کرم ہم پہ ستم واہ واہ
دیکھہ لیا بس تمھیں ہم نے صنم واہ واہ

ہے زلف میں میرا دل مت کھینچیو تو شانہ
زنجیر نہ کھل جاوے ہے سخت یہ دیوانہ

نیم جاں ہیں یہ تری چشم کے بیمار کئی
مر گئے خنجر مژگاں کے گرفتار کئی

کئی سسکتا ہے کوئی تڑپے بے حس ہے
آج دیکھے ترے کوچے کے گرفتار کئی

تیرے بازار میں اب کیوں کہ نہ بگڑے سودا
ایک یوسف نظر آتا ہے خریدار کئی

سودا جہاں میں آ کے کوئی کچھہ نہ لے گیا
جلتا ہوں ایک میں دل پر آرزو لیے

ترا غرور مرا عجز تا کجا ظالم
ہر ایک بات کی آخر کچھہ انتہا بھی ہے

سمجھ کے رکھیو قدم دشت خار پر مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

پہنچی نہ تجکو آہ میرے حال کی خبر
قاصد گیا تو ان نے بھی اپنی ہی کچھہ کہی

عبث نالاں ہے اس گلشن میں تو اے بلبل ناداں
نہیں یہاں رسم یہ کوئی کسی کی داد کو پہنچے

طریق عجز میں مجھہ سا تھہ جو مقابل ہو
سوائے خاک نہ میرے کوئی بسر آوے

قاتل ہماری نعش کو تشہیر ہے ضرور
آیندہ تا کوئی نہ کسو سے وفا کرے

اتنا لکھائیو مری لوح مزار پر
یہاں تک نہ دے حیات کہ کوئی جفا کرے

فکر معاش و مہر بتاں یاد رفتگاں
اس زندگی میں اب کوئی کیا کیا کیا کرے

گر ہو شراب و خلوت و محبوب خوب رو
زاہد تجھے قسم ہے جو تو ہو تو کیا کرے

کیجو اثر قبول کہ تجھہ تک ہماری آہ
سینے سے ارمغاں لیے لخت جگر گئی

مت پوچھہ یہ کہ رات کٹی کیوں کہ مجھہ بغیر
اس گفتگو سے فائدہ پیارے گزر گئی

سودا لکھا فغاں کو یہ خط اس کے یار نے
جس وقت اُس کے حال کی اُس کو خبر گئی

سن اے فغاں جہاں میں عاشق جو ہوگیا
معشوق سے اسی روش اس کی گزر گئی

شیریں نے جور کب نہ کیا کوہکن کے سر
مجنوں پہ کیا جفا تھی جو لیلیٰ نہ کرگئی

کل ہی پڑی سسکتی تھی بلبل چمن کے بیچ
ذرہ نہ اُس کے حال پہ گل کی نظر گئی

پروانے رات شمع سے اتنے جلے کہ بس
خاکستر اُن کی لے کے صبا دوش پر گئی

میں تازہ کچھ کیا ہے کہ بدنامی کو مری
تیری صدائے آہ و فغاں گھر بہ گھر گئی

حرمت رکھی نہ رعد کی فریاد نے تری
رونے سے تیرے آبروے ابر اُتر گئی

لوہو سے تیرے سر کے ہے دیوار گھر کی سرخ
آنکھوں سے موج خون کی بہروں در گئی

القصہ خط کو پڑھکے فغاں نے لکھا جواب
تیرے ہی دل کی چاہ نہ جانوں کدھر گئی

شیریں کی بات میں نہ کہوں ورنہ بارہا
لیلیٰ جدھر تھی وادی مجنوں اُدھر گئی

یہاں تک تو گھت میں لیلیٰ کی مجنوں سما گیا
اُن کی اس اتحاد سے باہم بسر گئی

جاری ہوا ہے خوں رگ مجنوں سے وقت فصد
لیلیٰ کی پوست مال اگر نیشتر گئی

ظالم کرو نہ گل کا گریباں ہوا ہے چاک
اک عندلیب گو اجل اپنی سی مر گئی

پروانہ کون سا نہ جلا شام کو کہ شمع
روتے ہوئے نہ بزم سے وقت سحر گئی

یہ گفتگو تو قطع نظر اس سے مجکو کیا
مجھہ سے جفاے ہجر کی طاقت اگر گئی

شکوہ تو کیوں کرے ہے مرے اشک سرخ کا
تیری کب آستیں مرے لوھو سے بھر گئی

عجب بیداد حسرت پر مری صیاد کرتا ہے
دکھاتا ہے اُسے مجکو جسے آزاد کرتا ہے

منہ لگاوے کون مجکو گر نہ پوچھے تو مجھے
عکس بھی دیتا نہیں اب آئینے میں رو مجھے

ناتوانی بھی عجب کچھہ ہے کہ گلشن میں نسیم
نت لیے پھرتی ہے دوش اوپر برنگ بو مجھے

کیا ضد ہے مرے ساتھہ خدا جانے وگرنہ
کافی ہے تسلی کو مری ایک نظر بھی

کہہ ابر قسم ہے تجھے رونے کی ہمارے
تجھہ چشم سے ٹپکا ہے کبھی لخت جگر بھی

کس ہستیٔ موہوم پہ نازاں ہے تو اے یار
کچھہ اپنی شب و روز کی ہے مجکو خبر بھی

سودا تری فریاد سے آنکھوں میں کٹی رات
آئی ہے سحر ہونے کو ٹک تو کہیں مر بھی

—— * ——

سعدی

سعدی دکنی از شعراے قرار دادۂ دکن است و آنکه بعض اعزہ را بسبب اتحاد تخلص مغالطہ افتادہ ریختہہاے سعدی دکنی را از عدم اعتنا و قلت تتبع بنام سعدی شیرازی مرقوم ساختہ اند ناشی از جہل و تسفہ است و من ادعی فعلیہ البیان :—

ہمنا تمن کو دل دیا تم نے لیا اور دکھ دیا
تم یہ کیا ہم وہ کیا ایسی بھلی یہ ریت ہے

—— * ——

سجاد

والا ذہن بالند استعداد میر سجاد در معنی یابی رتبہ اش بلند است و پایہ اش ارجمند - ہرچند از تربیت یافتگاں میاں آبرو است لیکن شعرش در چشم منصفان حق بیں بہتر از او است :—

ساقی بغیر جام کے جی کا بچاؤ نہیں
جوں فیل مست آوے ہے ابر سیہ چلا

کیوں مشت گل بھی دل کے نہ رونے میں بہ گئی
سجاد مجکو چشم سے باقی ہے یہ گلا

کافر بتوں سے داد نہ چاہو کہ یہاں کوئی
مر جاے ستم سے اُن کے تو کہتے ہیں حق ہوا

گر تجھہ گلی کے آنے نے کھوے نہیں حواس
سجاد کیوں پھرے ہے سجن آج فق ہوا

یعقوب کے جب عشق پڑا سر پہ ٹوٹ کر
آنکھوں نے اُس کی رو دیا آخر کو پھوٹ کر

تجکو اے سجاد غیر از خنجر بیداد کے
اور بھی کچھہ ظالموں کی دوستی نے پھل دیا

عشق میں جاے کا کہیں مارا بے طرح دل ہوا ہے آوارا

دل میں تو خطرہ نہ لا ہرگز طبیب دیکھہ کر میرے مرض کو لا دوا

خط دکترو کے آج قینچی سے ہم سے ملنے میں جاے ہے کترا

تیری شمشیر سے جدا ہو کر سر مرا مجکو تن نہیں دیتا

مرا دیکھہ کر حال دامان کا پھٹے کیوں نہ سینہ گریبان کا

قاتل کی تیغ آگے جاتے ہیں ہم ندھڑ کے
ہرگز ہمارے دل میں سر کا نہیں ہے دھڑ کا

شتابی پلالے کہ جاتا ہے ابر جو کچھہ باقی ساقی رہی ہو شراب

پند میں مت رہ دوانے عقل کے کر گریباں چاک چھاتی کھول کر

جتنے چمن کے بیچ بڑھاے ہیں نو نہال
تعظیم تیری کرتے ہیں سب اُٹھہ کے سر وقد

ہوتی نہیں ہے سرد ہماری یہ دل کی آگ
لاگی ہے جس زمانے سے جلتی ہے دھر دھر

دور مٹھ رخسار کے تیرے نہیں انصاف کہوں
خط چرا لے جاے دل کو اور باندھی جاے زلف

جس خوبرو کے دل میں نہ عاشق سے ہو نفاق
کہتے ہیں سارے اُس کے تئیں حسن اتفاق

دل کو کبھی نہ پیار دلا کر تو اے سجن
لاگا نہیں گلے سے مرے آکے آج الگ

جب تک ترے بدن کو نہ عاشق گلے لگاے
اگتا نہیں ہے تب تئیں ہرگز کچھ اُس کے انگ

زلفوں کے جب اُلجھتے ہیں اُس ساتھ آکے بال
دیتا ہے شانہ عاجزی سے دانت تب نکال

ایک دل رکھتا ہوں جو چاہے سو لے جاوے اُسے
خواہ زلفیں خواہ ابرو خواہ مژگاں خواہ چشم

نا خدائی تک ایک کر ساقی — ایک کشتی میں پار ہوتے ہیں
تیغ تیری کے تلے دھر جاے سر — جان اتنا کوئی جی رکھتا نہیں

شرمندہ ہو گئی ہے وہی منہ سے آرسی
اب پھر کے رو برو ترے وہ ہرگز آئی نہ

یار کا جامہ ہمیں ہے گا عزیز — یوسف اپنا پیرہن تہ کر رکھے
تمہیں غیر سے صحبت اب آبنی — اُسے دوستی ہم سے ہے دشمنی
بتوں کے تئیں کس قدر مانتا ہے — یہ کافر موا دل خدا جانتا ہے

کچھ یہ سجان کے جی پر ھی عجب حالت ھے
ورنہ دیکھے ھیں میں اس درد کے بیمار کئی

سوچنے سے لجیں تو مت لے شیخ چشم نوچے سے کیا اُپڑتی ھے

اے صنم زنار پہنی تجھ وفا کے واسطے
ورنہ کوئی کافر بھی ھوتا ھے خدا کے واسطے

ماہ رو بن یہ شمع محفل میں
جب سے روشن ھے سب پہ روشن ھے

سپر داری اس کی کسی سے نہ ھو
یہ ابرو تری ننگی شمشیر ھے

ھرگز آنے نہ دیں گے غیروں کو
جان ھر چند ھم گئے ھوں گے

میووں میں حسن کے اب سب کے سری یہی ھے
خوبی کے باغ کا ھے گویا ترنج یہ پھل سا

بہار آئی سبھی غنچے ھیں خواھاں آج تو دل کے
شتابی سے نہ دیجیو بلبل ارزاں اُس کو تک سستا

تجھے لائق نہیں گل توڑ کر کے ھاتھ میں رکھنا
تری یہ انگلیاں مہندی لگی پھولوں کا ھے دستا

وھی خانہ خراب اس دکھ کو جانے
کہ جس کا عاشقی کے بیچ گھر جائے

سجن منت کروں ھوں مان جا تو
ھنسا مت کر رقیبوں ساتھ ھا ھا

کوئی جا کے عاشق کو سمجھاے گا
کہ عاشق کا جی کھو کے کیا پاے گا

کہا دل نے اتنا تو خوبوں کے تئیں
یہ دیکھو کہ اپنا کیا پاے گا

آئینے کی طرح وہ تجھ منہ پر آے
ہو کلیجا جس کا لوہے سار کا

جس طرح کی باس کا ہے تو پیا
کوئی گل ایسا نہیں خوش بو پیا

اشرفی پیسے سے نہیں رکھتا ہے کام
جو کوئی پاتا ہے تیرا روپیا

ایک ایک بال کر کے لے جان کے دے کے بوسا
لڑکوں کے ہاتھ زاہد داڑھی رہا ہے کھو سا

غم یہ سنگیں دلوں کا ہے بھاری نہیں جاتا کسی طرح ٹالا

لبریز ہو کے شیشے سے اُگلی پڑے ہے مے
کون اس کے اشتیاق میں ہے جاں بلب ہوا

بتوں کی بھی یہ یاد دو روز ہے ہمیشہ رہے نام اللہ کا

رفتار کا تمھاری نہیں شور جگ میں اب کا
جا کوہ میں چھپا ہے خجلت سے کبک کب کا

ہم اسیروں کے دل پہ پھندوں کا
تیری زلفوں نے تار باندھ دیا

مجلس شراب کی نہیں ہوتی ہے آج گرم
گزرا ہے مے کدے میں کوئی شیخ شوم سا

دوانے کو نہیں خلعت سے کچھہ کام
وہ جنگل میں پھرے ہے بے سر و پا

ہر اک طرف کو اپنے یوسف کا ہو کے جویا
یعقوب مجھہ برابر کہیں خواب میں نہ رویا

عشق میں جی نکل نہیں سکتا
مر نہیں کوئی بے اجل سکتا

کیا کرے پانوں بھی کہ جنگل میں
کچھہ نہیں آبلوں سے چل سکتا

جو لگے تم کو بھلا جان وہی بہتر ہے
دل برا تم نے کہا ہم سے بہت خوب کیا

کیا دل سخت پر الفت کہاں جاے
بجھے سینے میں پتھر کے شرر کب

جام میں منہ سے لگایا تجھہ بغیر
آ رہا ہے جان میرا جان بلب

خاک سے دل چشم نرگس ہو اُگا
اب تئیں بھی دیکھنے کی ہے طلب

عبث نہیں ہے دریا کا یہ اضطراب
ترے زلف کو دیکھہ ہوتا ہے آب

تنہا نہ ایک چاند ہے گردش میں تجھہ حضور
کرتا ہے آفتاب بھی تجھہ آگے دوڑ دھوپ

مژگاں کی صف میں چھپ کے نگہہ یوں کرے ہے چوٹ
صیاد جیوں شکار کی ٹٹی کے بیٹھے اوٹ

باری ہمیشہ دینے کے رہتے ہیں داو میں
زاہد جو بیٹھتے ہیں یہ خانوں میں مار گوٹ

سجاد تیر کھانے کو ابرو کمان کے
رہتی ہے میرے دل کو نشانے کے سات چوٹ

جیتے جی ہرگز اُس سے اُٹھاتا نہیں ہوں ہات
تیری بھواں کی تیغ ہے ظالم یہ سر کے ساتھہ

چپ رہ گئے ہیں دیکھہ کے سب تجھہ دہن کے تئیں
آتی نہیں ہے کہنے میں کچھہ تجھہ لبوں کی بات

خوش وقتیوں سے کیوں نہ کرے ہاتھہ پانوں گم
سجاد اُس کے پانوں لگیں جس کسی کے ہات

مہندی کی مچھلیوں کی طرح غرق خوں ہے دل
تجھہ ہاتھہ بیچ دیکھہ کے اس شست کی نشست

میرے ضعیف سینے پہ یوں بیٹھتا ہے ہات
جیسے کہ ناتواں پہ زبردست کی نشست

یوں گھر گیا جو زلف میں کیا جانتا تھا دل
عاشق کو سر اُٹھاتے ہی پڑ جائے گا یہ پیچ

جلنے سے صدق دل کے سبب بچ گیا خلیل
وہ بات ہے کہ سانچ کو ہرگز نہیں ہے آنچ

دوری درد ہجر کا اور وصل میں جفا
اس عاشقی کے پنتھہ میں مشکل ہے ہر طرح

غیروں کو جان خواب میں غفلت کے ڈال کر
اک رات آ کے سو رہو ہم پاس آنکھہ موند

آسماں ایک رقعہ وار نہیں غم کے لکھنے کو ہو بڑا کاغذ
مر گئے پر اگر نہیں آسیب کیوں یہ رکھتے ہیں قبر پر تعویذ

چرخ کبود ہے یہ ہرگز نہ پوچھیو تم
دل سوختوں کی باندھا ہے دود دل نے گنبد

دشمن سبھی طرح ستی ہیں دین و دل کے یہ
کافر بتوں کا جی میں نہ دیوے خدا پیار

تو اٹھ گیا ہے جب ستی آغوش سے سجن
بیٹھا ہے جب سے دل بھی مرا مجھ سے لے کنار

کوھکن کیوں نہ سر کو پھوڑ مرے لی ہے جا کس پہاڑ سے ٹکر

ہلال آسماں سے بہتری میں ترا ایک ایک نو ہے دس برابر

بت پرستی و مے کشی سے دل کب تو توبہ کرے ہے توبہ کر

اٹھے ہے دیکھو ہر طرف بار بار صبا کیا اڑاتی ہے گل کی بہار

بلاتا ہے امروز فردا ہمیں کسی کا نہیں آج کل اعتبار

باد صبا سے زلف معطر کی ہم تلک
مدت ہوئی کہ پہنچی نہیں کچھ خبر عطر

نہیں ہم سے ہوتا ہم آغوش بھی
محبت کے رکھتا ہے بوس و کنار

لخت جگر ہمارا پانوں کے ساتھ کھا کر
کہتے ہو ہم سے باتیں یہ تم چبا چبا کر

ہجر کی راتیں بھی آخر کٹ گئیں
ایک سے رہتے نہیں ہیں دن ہمیش

اور ھی طرح کا سخت وہ کافر ھے سنگ دل
تو مثل اُس صنم کے نہ ھر بت کے تئیں تراش

دوستی میں کسے یہ بوجھ نہ دی
تو دلوں پر نہ ھووے بار اخلاص

اپنا دشمن جو ھو کوئی سجاد
وہ کس سے کرے پیار اخلاص

چھوڑتے فصد اس دوانے کی
چھوٹ فصاد کی نہ جاوے نبض

یہ جلنا دل اپنے کا آوے ھے یاد
جہاں جلتے دیکھوں ھوں مجلس میں شمع

کب گریباں چاک پر تنگی کرے
ھے جنوں کے دشت کا دامن وسیع

جان! رونے کے سبب دل بجھہ گیا
مینہ میں جلتا رھے کیوں کر چراغ

پھول لالے کے نہیں جھڑ جھڑ پڑے یہ باغ میں
جو ھوے بسمل ھیں سو اُن کے ھیں یہ لوھو کے داغ

میرے تمام حال کو تقریر ھے یہ زلف
روز سیاہ نالۂ شبگیر ھے یہ زلف

خاموش اس سبب ستی رھتا ھے بیشتر
تنگ اس قدر ھے منہ کہ نکلتا نہیں ھے حرف

رھو آہ دل سوز سے میری فرق
کہ ھے خوشہ چیں اُس کے خرمن سے برق

بھنور میں تیری زلف کے دل مرا
سدا فکر میں ڈوبنے کے ہے غرق

سکوروں میں جلتے ہوں جیسے چراغ
یہ آنکھوں میں اس طرح جلتے ہیں اشک

سدا ٹوک لیتے تھے تم پیار سے
لگی کس کی اس ٹوک لینے کی ٹوک

نظر میں جس گھڑی اُس گل پہ ڈالی
نہیں آرام تد سے شاخ کو تل

کہیں پر ہم نہ کہا جا شور محشر
قیامت شور پر ہے یہ میرا دل

نہ دیکھا دل نے اُس کو خواب میں بھی
عبث کس نیند تو سوتا ہے غافل

ہوتے نہیں جو شمع تری انجمن میں ہم
جلتے ہیں سوچ سوچ کے اپنے ہی من میں ہم

'سجاد' فکر میں نہ کروں کیوں کہ شعر کا
لگتے ہوں جاکے یار کے منھ سے سخن میں ہم

جب مری آنکھ سے ملائی آنکھ
رو دیا ترت یار نے 'سجاد'

جب ہم آغوش یار ہوتے ہیں
سب مزے در کنار ہوتے ہیں

تیر ڈوبے کسی نشانے پر
میرے سینے کے پار ہوتے ہیں

اب تو ہم نے کیا گریباں چاک
تیرے دامن کو کس طرح چھوڑیں

برابر اپنے سجن بندگی کے کاموں میں
نہیں میں دیکھتا صاحب کے کوئی غلاموں میں

جو کہا غیروں سے اور ہم سے نہیں
سن رہیں گے ہم بھی وہ باتیں کہیں

آنے کا خواب میں بھی نہیں وہ کبھی نظر
'سجاد' تو گیا ہے عبث کس خیال میں

کس طرح کوہکن پہ گزریں گی   ہجر کی یہ پہاڑ سی راتیں

عشق سے کس کے نہیں داغ جگر جاتے ہیں
سنگ ہے تس کے بھی سینے میں شرر جلتے ہیں

ہیں شیشیاں شراب کی پیارے بھری ہوئیں
آنکھیں نشے کے بیچ تمہاری گلابیاں

دیکھوں طبیب درد کی دارو ہے کب تئیں
مرتا ہوں میں تو عشق میں جیتا ہوں جب تئیں

جو اک دھج ہے ابروے خمدار میں
کہاں پائی یہ ضرب تلوار میں

اگر وہ صبح کو مجرا کسی کا لینے کو
نکل کے گھر ستی آوے تو ہم سلام کریں

ہر سادہ رو مخطط ہونے کی دھن رکھے ہے
لیکن کوئی نکالے تیرا سا خط تو لکھ دیں

جب کرے ہے ترے دہن کا بیاں
منھ سے غنچے کے پھول جھڑتے ہیں

اے خدا درد سنگی ہاے بت کافر کے
حال بدتر ہے مرا تجکو ہے بہتر معلوم

دوانا کہاتا ہے جو دشت کا
زگل دیکھے تک آج میدان میں

کتابی ہے ہر شعر 'سجاد' کا
پسند اُس کو کرتے ہیں دیوان میں

سجن کی زلف پہ جب تک نگاہ رہتی ہے
نہ اشک تھمتے ہیں اگ دم نہ آہ رہتی ہے

یہ 'سجاد' کے دل کے جلنے کی قدر
نہیں بوجھتی شمع اُس کو بجھاؤ

آ کھڑا تو ہوا جو کوتھے پر
گھر گئی عاشقوں کے بیٹھہ گئے

دل مرے کا لکھا ہے جب سے سوز
تب سگی ہے قلم کی نوک جلی

سن کے میری فغاں کو عالم میں
نے کسی نے پھر ہاتھہ بیچ نلی

دل ہو گیا پھپھولا پیارے تمام جل کے
کیا تجھہ نہال سے ہوں اُمید وار پھل کے

تنہا نہ دل مرے نے زلفوں سے تاب کھایا
گلشن کے بیچ سنبل کھاتا ہے تاب بل کے

ایسے ترے چمکتے دانتوں کو دیکھہ پیارے
پانی ہوجاے موتی مارے نہ کیوں کہ جھلکے

کیا جانتا تھا مجکو رسوا کریں گے سب میں
یہ طفل اشک میرے آنکھوں کے بیچ پل کے

تجھ سا تھہ رات بس کے نہیں کوئی رھا شگفتہ
ھر صبح دم پیارے کہتے ھیں ھار گل کے

بات احمد کی بہت زیادہ ھے عقل کا وھاں سوار پیادہ ھے
چرخ سے شق ھو چاند کا گرنا* طشت از بام اوفتادہ ھے

—*—

سلام

نجم الدین علی خاں 'سلام' پسر شرف الدین علی خان پیام از مے خانۂ تربیت پدر جرعہ خواری فہم و ادراک نمودہ در خم خانۂ ھند سر خوش نشۂ تماشا است: —

حدیث زلف چشم یار سے پوچھ
درازی رات کی بیمار سے پوچھ

بہتا بہو! قسم ھے تمھیں میرے صبر کی
مسلخ میں بعد ذبح تحمل نہ کیجیو

—*—

سعادت

سعادت اللہ خان 'سعادت' خمیر مایۂ ھستیش

---

* (ن) گرنا (گرن)

از خاک امروهه بود و در سخن تلاش معنی تازه می نمود:—

نہیں تجھ ہجر میں پیتے شراب ارغوانی ہم
ارے ساقی ترے مارے نہیں مانگیں گے پانی ہم

پپیہے کی طرح دارو کے شیشے زبان حال سے کہتے ہیں پی پی

ہوش کھو دیتی ہیں مرا اُس کی آنکھیں مے پرست
بسکہ ہوں کم ظرف ہوجاتا ہوں دو پیالوں میں مست

کس سے پوچھوں دل مرا چوری گیا زلفوں میں رات
ایک جو شانہ ہے سو تو تیل میں ڈالے ہے ہات

—— * ——

سراج

میر سراج الدین 'سراج' نشو و نمایش از خاک دکن است و طبع روشنش شمع بزم سخن:—

رفوگر کو کہاں طاقت کہ زخم عشق کو ٹانکے
اگر دیکھے مرا سینہ رفو چکر میں آجاوے

پتھر بھی نہیں ہے شور شوق سے خالی
بے تابیء نبض رگ خارا کی خبر لو

مجھے مصری سیتی بیزاریاں ہیں
وہ شیریں لب کی باتاں پیاریاں ہیں

چلائی مو تجھ شمشیر نگہ کی
وہ جادوگر میں کیا عیاریاں ہیں

نہ پوچھو آسماں پر تم ستارے
ہماری آہ کی چنگاریاں ہیں

غزل خوانی چمن میں بلبلوں کی
ہماری تعزیت کی زاریاں ہیں

مجھ سے غم دست و گریباں نہ ہوا تھا سو ہوا
چاک سینے کا نمایاں نہ ہوا تھا سو ہوا

آہ سوزاں سے مرے دامن صحرا میں سراج
قبر مجنوں پہ چراغاں نہ ہوا تھا سو ہوا

اب تلک مجھ کو کسی شخص کے چہرے کا خیال
صورت آئینہ جاں نہ ہوا تھا سو ہوا

میں نہ رکھتا تھا شہیدوں کی عبادت کی خبر
اب دم خنجر کے پانی سے وضو کرنا پڑا

مانگ تیری سیس کے ظلمات میں
ماہ نو دیکھا ہے آدھی رات میں

خواب میں بھی دیکھنا اس کا مجھے مشکل ہوا
بسکہ رہتا ہوں خیال یار میں بیدار نت

ناز کے دیوان میں اے مطلع حسن و جمال
قد ترا ہے مصرع و ابرو ہے بیت انتخاب

اے جان سراج آج دکھا درس تو اپنا
ہے وعدۂ فردا مجھے فردائے قیامت

لیا ہے نقد جانِ بلبلاں یعنی خراج اپنا
چلایا خسرو گل نے اسی رنگوں رواج اپنا

ارے غم صبح آنے کی خبر ہے سرو قامت کی
قیامت کل تو آتی ہے عمل کو لے تو آج اپنا

لگا کر راکھ جوگن ہوئی تھری باغ کو تج کر
مگر کوئی سرو قد کے واسطے چھوڑے ہے راج اپنا

ترا غم زہر تھا پن نوشدارو جان کر کھایا
کیا ہے اپنے ہاتھوں دل ہمارے نے علاج اپنا

وہ ظالم مجھکو جلتا دیکھکر اتنا بھی کہتا نہیں
کہ کیا ثابت قدم ہے کیوں نہ ہو آخر سراج اپنا

ہر دم دم خنجر اسے اس سر سے گزرنا
اول قدم شوق ہے منزل کو ہماری

آفریں دل کا مرا خون بجا کام آیا
سچ سپاہی کو بڑا نام ہے تل جانے کا

تھر تھراتا ہے ہر سحر خورشید دیکھ تجھ چہرۂ زری کی طرح

دستار بادلے کا چلا باندھ شعلہ رو
شاید کہ آفتاب سے چیرا بدل کرے

کل سے بیکل ہے مرا جی یار کو دیکھا نہ تھا
کیوں نہ ہو بے تاب دل دلدار کو دیکھا نہ تھا

سینۂ گلزار میرا اس کو آیا ہے پسند
یار نے شاید کبھو گلزار کو دیکھا نہ تھا

یار آتا ہے مرے قتل کو اور میں ہوں خجل
حیف اس وقت میں میرا دل بے جان نہ ہوا

اول کی تم تو بھول گئے مہربانیاں
لانے لگے ہو خوب تغافل کی بانیاں

مجھ دل کے کوہ طور کا سرمہ دئے ہو تم
باقی ہیں اب تلک بھی وہی لن ترانیاں

دامن تلک بھی ہائے مجھے دسترس نہیں
کیا خاک میں ملی ہیں مری جاں فشانیاں

عید وصل سرو قد سے ہیں مرے گھر شادیاں
عالم بالا سے آتی ہیں مبارک بادیاں

تم پر فدا ہیں سارے حسن و جمال والے
کیا خط و خال والے کیا صاف گال والے

—*—

سامان

میر ناصر 'سامان' متاع سخن گوئی از بازار تربیت مرزا مظہر اندوختہ بہ تاجری کالاے معنی بلند آوازہ بود و شعر را بزبان فارسی خوب می گفت احیاناً خیال ریختہ هم بخاطرش می ریخت سالے چند ازیں پیش امانت جاں بمقتضاے اجل تسلیم نمود و راہ مراحل مرگ پیمود -

اُنھیں کیوں کر نہ اب دل سے بھلا ہو کے
کبھو تھے آشنا ہم بھی کسو کے

خبر بھی آڑنے سے رہ گئی ھے
کبوتر اُڑ گئے پیتم کے کو کے

—— * ——

حرف الشین

شوق

حسن علی ' شوق ' نخل استعدادش از آبیاری طبع خان آرزو آبے بر رو آوردہ و سر سبز کردہ مضامین را بآب و رنگ بستہ و تلاش معنی تازہ کردہ است۔

قاصد پھرا نہ وھاں سے جو اب تک تو آچکا
القصہ اس گلی میں گیا جو سو جا چکا

اگر قاصد ترے کوچے سے تک جلدی نہ آوے گا
تو پیارے دیکھیو پھر تو کہ میرا جی ھی جاوے گا

دکھا دیدار اے پیارے کہ میں فرقت سے مر گزرا
مری فردائے محشر آج ھے میں کل سے در گزرا

کسی کو باغ دنیا سے نہ دیکھا شاد ھم جاتے
برنگ شبنم اک عالم یہاں سے چشم تر گزرا

ماتم میں میرے کوئی نہ رویا تو غم نہیں
تربت پہ میری شمع کا ھنسنا بھی کم نہیں

تروار کس پہ کھینچتے ہو ہم تو مر چکے
پیاسے ہو کس کے خون کے ہم میں تو دم نہیں

آچکا خط بھی پہ تیرا فت نہا اک ناز ہے
ہو چکی آخر بہار اور اب تمہیں آغاز ہے

خبر لے شوق کی ظالم تری فرقت میں مرتا ہے
بد از تروار ہے اس پر جو کوئی دم گزرتا ہے

بجھے گی آتش دل ہم نے جانا تھا گھٹا آئی
ہوائے ابر نے دونی ولے یہ آگ بھڑکائی

کہا کیا ستم نہ تھے جو کئے چشم یار نے
جو سختیاں تھیں مجکو زمانہ دکھا چکا

آنکھوں کی سیاہی بھی سفیدی کے نظر کی
رو رو کے یاد تری میں یوں شام و سحر کی

—*—

شاغل

'شاغل' ظاهرا مشق سخن از بسمل کردہ است -

جاتی نہیں ہے اس سے تری فکر زلف و رخ
شاغل کو روز و شب ہے ترا ذکر زلف و رخ

—*—

حرف الصاد

صانع

'صانع' زاد گاهش گل زمین بلگرام است -

کیا رخصت سگ جاناں کو دیکر استخواں اپنا
نچھوڑا ھاے کچھہ مجنوں نے صحرا میں نشاں اپنا

سجن کی اس محبت پر دیا تھا جان و دل صانع
نہ تھا معلوم ھوجاے گا وہ نا مہر باں اپنا

---*---

صنعت

مغل خان ، صنعت ' از اقربائے نواب نظام الملک آصف جاہ است و ایں اشعار بر معنی یابی او گواہ است —

سینے میں آہ دل میں تپش اشک چشم میں
شہرہ یہ عاشقی کا مرا گھر بگھر* ھوا

غمزے سے مارتا ھے جلاتا ھے ناز سے
کیا ملک حسن کا صفا تو خدا ھوا

یار گھر جاتا ھے یارو کیا کروں ھاے گھر جاتا ھے یارو کیا کروں
در درستیء قافیۂ ایں شعر تردد است -

---*---

صمصام

نواب امیرالامرا صمصام الدولہ 'صمصام' تخلص

[ن] * جا بجا

رحمۃ اللہ علیہ -

نزدیک ہے خزاں کا ہووے گزر چمن میں
اب شور کر لے بلبل آوے جو تیرے من میں

—— * ——

حرف الضاد

ضیا

'ضیا' نشو و نمائش از خاک پاک ہندوستان
است و بچنیں اشعار تر زبان -

گریان و خاک اڑاتا جیوں ابر جیوں بگولا
صحرا میں تونے مجنوں وحشی ضیا کو دیکھا

—*—

حرف الطا

طالع

میر شمس الدین 'طالع' خوش طلعت و پاکیزہ رو
بود در عین عنفوان جوانی مرغ روحش بسر پنجۂ
شاہین اجل گرفتار گردید -

عرصے میں ہے اے زاہد اس دور میں پیمانہ
مسجد کے تئیں جاویں کیوں چھوڑ کے میخانہ

آباد کر اے طالع تو چل کے بیابا ں کو
مرنے ستی مجنوں کے ویران ھے ویرانہ

نہ جا ناصح کی باتوں پر وہ تیرا درد کیا جانے
وھی کر تو ارے دل جس میں کچھہ اپنا بھلا جانے

جفاے یار کو هم التفات و ناز کہتے ھیں
شفا و عافیت کو اپنی هم آزار کہتے ھیں

زبس معمور ھے سینہ گلوں سے داغ الفت کے
شگاف دل کو هم اپنے در گلزار کہتے ھیں

—— * ——

حرف الظا

ظاھر

خواجہ محمد خان ' ظاھر ' طوطی طبعش بہ آئینہ داری میرزا مظہر بگفتار آمدہ بود ظاھرا بعد ورود نادر شاہ راہ مراحل مرگ پیمود -

پھر زلیخا نہ نیند بھر سوئی
جب سے یوسف کو خواب میں دیکھا

محبت کوھکن کی رنگ اگر جا کر نہ پھیلاتی
نہ خسرو سرخ ھو آتا نہ شیریں زرد ھوجاتی

ناز سے تک اُٹھا نقاب کے تئیں
دور پردے میں کر حجاب کے تئیں

اے آہ اس قدر تو گر بے اثر نہ ہوتی
ممکن نہ تھا کہ اس کے دل کو خبر نہ ہوتی

باطن میں گو کسو سے تجھے دوستی نہ ہو
لیکن تجھے رعایت ظاہر ضرور ہے

——§*§——

ظہور

شیو سنگھ "ظہور" در موزونان عصر بہ خوش گوئی و نیکو بیانی مشہور است۔ در ریختہ تتبع دیوان انعام اللہ خاں یقین می کند و در اکبر آباد بسر می برد:-

از بس کیا بہار نے سب کوہسار سبز
کیا ہے عجب جو سنگ سے نکلے شرار سبز

ظہور اس بات پر مت جائیو زنہار تو اس کی
کہ جو کہتا ہے سو وہ سرو گل رخسار کرتا ہے

چمن میں باندھنے مجکو نہ آشیاں دیتا
گلوں سے ملنے کی رخصت تو باغباں دیتا

رقیب ضد سے دوانہ ہوا مری ورنہ
یہ بوالہوس کوئی برباد خانماں دیتا

جی نکلتا ہے مرا اس بے وفا کے واسطے
اس کو لے آؤ کوئی مجھہ تک خدا کے واسطے

مجھے منظور تیرے باغ میں چلنے سے اتنا تھا
چمن میں قد ترے کو دیکھہ کر شمشاد اکھڑ جاتا

بیاباں میں مرے مرنے سے اب تک خاک اُڑتی ہے
مرے ماتم کے کرنے سے تو ویرانہ نہ باز آیا

ہمیشہ زلف خوباں کو کرے ہے درہم و برہم
مرے دل کے ستانے سے کبھو شانہ نہ باز آیا

—§*§—

حرف العین

عاصی

خواجہ برہان الدین عاصی فکر صواب اندیشش عاصم از خطا است :—

چمن کے تخت پر جس دن شہ گل کا تجمل تھا
ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی اور شور تھا غل تھا

خزاں کے دن جو دیکھا کچھ نہ تھا جز خار در گلشن
بتایا باغباں رو رو کے یہاں غنچہ تھا یہاں گل تھا

رات کو میں شمع کے مانند رو کر رہ گیا
صبح کو دیکھا تو سب تن اشک ہو کر بہہ گیا

—§*§—

عارف

'عارف' از تربیت یافتگان مضمون است معرفت سخن از شعر عارفانہ اش پیدا است :—

دختر رز سے کہہ کہ اس سے مل ورنہ عادت افیم کھاوے گا

ہزاروں معنی باریک آویں دل میں اے عارف
اگر زلف سیہ کا پیچ اس کے منہ پہ کھل جاوے

—‡*‡—

عشاق

'عشاق' رسائی طبعش از تخلصش پیدا است و
بلندی ذہنش از سخنش ہویدا:—

خط سے زیادہ اور ہوا حسن یار کا
آخر خزاں نے کچھ نہ اُکھاڑا بہار کا

—§*§—

عزیز

مصر سخن را عزیز شاہ عزیزاللہ عزیز طبع رسا
داشتہ و فکر والا، شعر را عارفانہ گفتہ و گل چاک جنوں
از گریبانش شگفتہ:—

ڈرتا نہیں ہوں بانک و کٹاری کے زخم سے
بانکی نگاہ دیکھہ تری بل گیا ہوں میں

کان نمک ہوا ہوں ترا حسن سبز دیکھہ
لونی برہ کی جب سے لگی گل گیا ہوں میں

—§*§—

عمدہ

سیتا رام عمدہ تخلص زادہ گاهش کشمیر است و سخن او بدل جاگیر در ریختہ تتبع دیوان انعام اللہ خاں یقین می نماید و شعر را بشگفتگی و رفتگی می گوید :-

نہ اپنے مبتلاؤں پر غضب اے نو جواں رہیے
اُنہوں کی دلبری کیجے اُنہوں پر مہرباں رہیے

مدام کیوں کہ مرا جی رہے نہ صہبا میں
کوئی شراب سی شے دوسری ہے دنیا میں

یہ تو توتے سخن سخت سے وہ پتھر سے
میرے سے دل کی کہاں ناز کی ہے مینا میں

کبھی تونے نہ کی اے باغباں میرے ستانے میں
نپایا چین سے رہنے میں اک آن* آشیانے میں

چمن میں اس کے آنے نے منغص کردیا مجکو
خلل صیاد نے ڈالا مری دھو میں مچانے میں

گلی تک یار کے چلتیے اُسے آزار پہنچے گا
کہاں دارالشفا تک یہ دل بیمار پہنچے گا

مرے تابوت پر حاجت نہیں پھولوں کی چادر کی
کہ میری نعش پر وہ سرو گل رخسار پہنچے گا

اُس نے نہیں کیا کبھو ہم سے برائیاں
مرجائیے جو یار کرے بے وفائیاں

---

* (ن) میں نے ایک آن اِس -

تونے ہمارے دل کو ستایا تمام عمر
کرتا ہے کوئی کسو ستی اتی برائیاں

پھنسا کر آپ کو بالوں میں اس شانے نے کیا پایا
پہن کر پانوں میں زنجیر دیوانے نے کیا پایا

کہے گا یار سے اے دل غم اپنا تو تو کیا ہوگا
دکھ اپنا شمع سے کہہ کر کے پروانے نے کیا پایا

نہ کیجو خاکساری ہیچ کہ اے عہدہ تو ہرگز
ملا کر آپ کو ماٹی میں ویرانے نے کیا پایا

کسی کے سینے میں ہرگز مرا سا داغ نہ تھا
مرے چراغ سا روشن کوئی چراغ نہ تھا

چمن میں کھینچ کے لائے ہیں گلرخاں * مجکو
وگرنہ سیر چمن کا مجھے دماغ نہ تھا

نہیں آزادگی عاقل میں دیوانے میں ہوتو ہو
تلاش سوختن کس میں ہے پروانے میں ہوتو ہو

ممکن نہیں کہ جائیں ہم ان گلرخوں کو چھوڑ
جاتی ہیں بلبلاں بھی کبھو گلستاں کو چھوڑ

اے دل گلی سے یار کی کرتا ہے کہوں سفر
کیوں کر جئے گا ایسے سجیلے جواں کو چھوڑ

مرنے کے وقت یار نے مجھ سے کہی یہ بات
اے عہدہ تو چلا ہے کدھر اس جہاں کو چھوڑ

---

* (ن) وحشتیں -

دل ہمارا دشت وہاموں کا ہے دیوانہ ہنوز
مر چکے ہیں تس پہ خوش آتا ہے ویرانہ ہنوز

حکم کیا ہے اسے راتوں کو ترے کوچے میں
دل مرا نالہ و فریاد کرے یا نہ کرے

عمدہ اب ہم تو بہت یاد اُسے کرتے ہیں
یاد ہم کو وہ پری زاد کرے یا نہ کرے

خراب مجھکو نہ کر جان! آشنا کر کر
برا کرے ہے کسو سے کوئی بھلا کر کر

صیاد کے تو ہاتھ کہاں تک نہ آے گی
بلبل قفس سے کب تلک اب دل چھپاے گی

رباعیات

ناصح کا یہی کام ہے تدبیر کرے — جو ہووے دوانا اُسے زنجیر کرے
اس میں وہ جیسے یا مرے لازم ہے اُسے — تدبیر کے کرنے میں نہ تقصیر کرے

---*---

ٹک ایک تو کر انتظار جاتا ہے کہاں
ٹک اک تو پکڑ قرار جاتا ہے کہاں

اتنی بھی اے دل تو نہ کر بے صبری
آتا ہے وہ یار دیکھ جاتا ہے کہاں؟

---*---

ناحق تو بتاں سے آشنا ہوتا ہے
کیوں درد و بلا میں مبتلا ہوتا ہے
مطلق نہ مروت ہے اُنہوں میں نہ وفا
مجھہ سے بھی عبث دل تو جدا ہوتا ہے

—*—

رھتا ہوں خوش اپنی جاں محزوں سیتی
رکھتا ہوں میں اختلاط ہاموں سیتی
جس طرح بھرا میرے جنوں سے صحرا
کب دشت تھا آباد یوں مجنوں سیتی

—*—

عزلت

صاحب طبع والا فطرت حضرت سید عبدالولی 'عزلت' پسر سید سعداللہ قدس سرہ بتصفیۂ ظاہر و باطن مجلی است و بدریافت علوم کسبی و موہبی مجلی - اصلش از موضع بریلی است و مولود و منشاش سورت - کتب متداولہ عربیہ ہمہ آموختہ است و از فارسی نیز بہرہ اندوختہ' خوش گو و خوش صحبت کسے است خداش سلامت دارد —

فقیروں سے نہ ہو بیرنگ لالہ فصل ہولی میں
ترا جامہ گلابی ہے تو میرا خرقہ بھگوا ہے

نخل اُمید بے وفاؤں سے   دل سلامت پھرے تو پھل پایا

مقام زندگی سے کوچ کر گئے جاہ یار اپنے
وہ منزل پہنچے اور ہم باندھتے رہ گئے ہیں بار اپنے

اسیری بے مزہ لگتی ہے سن صیاد کیا کیجے
قفس کے کنج میں تنہا عبث فریاد کیا کیجے

پٹکتا سر جو سنگ صورت شیریں سے بہتر تھا
عبث تیشے کے سر خوں دے گیا فرہاد کیا کیجے

ہم راستوں سے بھی جو کچھ اقرار تھا سو ہے
نا آشنا صحیح و دل آزاد تھا سو ہے

پی کیف میں ہے چور نہ جانوں کرے گا کیا
دونا ہوا غرور نہ جانوں کرے گا کیا

دو زلفوں میں پھنسا تھا پھر خبر نہیں دل پہ کیا گزری
غبار مشک تھا اِس راہ میں گھایل پہ کیا گزری

اُڑا تھا جیوں شرر دل اپنے دود آہ میں 'عزلت'
مسافر پر پڑی تھی شام غم منزل پہ کیا گزری

سب آشنا ہوے پی کے بچھڑتے بیگانے
ہوی ہے بے کسی اب یار دیکھئے کیا ہو

اے قاتل قبر پر میری کبھو بھولے گزر کیجو
جو یاد آجاؤں ہنستے ہنستے اک پل چشم تر کیجو

جہاں کی آنکھ سے جیوں اشک جو گرا ہووے
تو اُس کا غیب سے طالع کا عقدہ وا ہووے

وہ گلرو کیا مری بلبل اُپر بیداد کرتا ہے
کٹے جب بال و پر تب وار کر آزاد کرتا ہے

ہر دم وہ صنم گر مرا خوں خوار نہ ہوتا
بالله که جینا مجھے دشوار نہ ہوتا

بے قدری سے روشن دل اگر داغ نہ ہوتے
ہر گز کسی آئینے پہ زنگار نہ ہوتا

ہوش و دل لے کر ہمارا اب نہیں لیتا سلام
دے جواب اے بے مروت ہم نے تیرا کیا کہا

مت جھٹک ہم جلوں اوپر دامن
بات سن راکھ لے اُڑا مت دے

وہ سخت تر اول سے ہوا سن مری فریاد
نالوں کا مرے پتھر اثر ہووے گا یا رب

اگرچہ یار میں وحشت ہے کچھ میاں بھی ہے
ہے اس کی وضع تو بیگانہ آشنا بھی ہے

اے تلخ گو ترے لب شیریں میں سحر ہے
تو جس کو گالی دیوے وہ تجکو دعا کرے

حشر میں قبر سے کہتا ہی اُٹھے گا مے کش
کہ کہاں مے ہے کہاں جام کہاں ہے شیشا

بندے ہیں تیری چھب کے مہہ سے جمال والے
سب گل سے گال والے سنبل سے بال والے

مت ہو تو بھلا پھلا بخت سیاہ گر اُجلے
اے الفی شال والے پھگوے دوسال والے

میرا غبار دل میں اُسے بیشتر کیا
خاموش ہو کے نالوں نے کیا خاک اثر کیا

بہاروں میں نہ جکڑو مجھکو اس گلرو کا مجنوں ہوں
مرے زنجیر کرنے کو گلابی ہار بہتر تھا

سب سے آزاد و گرفتار ہوں کن کا اُن کا
بندۂ فدوی سرکار ہوں کن کا اُن کا

یار عاشق کا خریدار کہاں ہے کہ نہیں
مہرباں ایک وہ باریک میاں ہے کہ نہیں

مجھکو گل رونے خموشی سے کیا قتل سو کیوں
بلبلو تم کہو کیا منہ میں زباں ہے کہ نہیں

جلایا مصحف دل تونے کیوں برق تغافل سے
جو سچ بولوں تجھے جھوٹی قسم کھانے کے کام آتا

کیا دن پڑے ہیں مجھکو تری صبح وصل میں
بخت سیہ کی کھیتے بتا رات ہوگئی

تنہا چلا میں جیوں طرف وادی جنوں
زنجیر پانوں پڑ کے مرے سات ہو گئی

اے سالک انتظار حج میں تو کیا ہکا بکا ہے
بگولے سا تو کرلے طوف دل پہلو میں مکا ہے

چراغ گل کو روشن کر دیا آہوں کے شعلے سے
ہزاروں درجے بلبل خام پروانے سے پکا ہے

جو ہے ہر سنگ میں پنہاں سو آتش لعل سے چمکے
سبھی میں حق ہے پر عارف میں کیا رسوا جھمکا ہے

نیم بسمل ہوا میں تیغ نگہ تب رکھہ لی
کس بھلے وقت برا ہو گیا جلاد کہ بس

کب لگ احباب کا غم مجکو دکھاوے گا فلک
خاک ہوگئے ہیں بہت اور ہیں چلنہار کئی

دیکھکر موتی وہ بالوں کا بتوں نے پکڑے کان
شمع رو میوا یہ سب آتش رخوں کی ناک ہے

خاطر یاران میں ہے ہم خاکساروں کا غبار
صاف ہے شکوہ دلوں میں کیا محبت خاک ہے

اُس آہن دل کا جوہر مثل خنجر خوں فشانی ہے
صفاے دل کا وہ ہر چند دم مارے زبانی ہے

بگولا ہو کے راہ بے ستوں میں کوہکن اب لگ
سُم گلگوں کی ماتی ہاتھہ ململ چھانتا ہیگا

چشم رکھتا ہوں کوئی ایک پل نہ رووے مرے بعد
آپ کو جیوں شمع میں مرنے سے آگے رو چکا

جنوں گل رخاں میں مثل لالہ خوش رہا کرئے
جگر پر داغ کھاکر خون دل پی کر ہنسا کرئے

پیر ہو شیخ ہوا ہے دیکھو طفلاں کا مرید
مردہ بولا ہے کفن پھاڑ قیامت آئی

غضب ہے وہ صنم آنکھیں دکھا نظریں پھراتا ہے
یہ دل دینے کے عصیاں کی سزا ہے حق دکھاتا ہے

جو ہم یہ طفلوں کے سنگ جفا کے مارے ہیں
بتوں کا شکوہ نہیں ہم خدا کے مارے ہیں

جو اک دم منہ لگاوے اس کو بھی گھٹ جاے کیا تیرا
گھا حقے سے بھی کیا یہ دل فریاد کش میرا

میں وہ مجنوں ہوں کہ جیوں گل چمن محشر میں
ہوگا دامن پہ مرا پھاتے گریباں کے ہات

ہوا ہے قحط الفت تب تو دیوانوں کو طفلاں سے
بجز دشنام سنگیں ابتو پتھر بھی نہیں ملتے

جلد مرگئے تری حسرت میں ہم پر ترا دیر کا آنا نہ گیا

جیوں موج آب ہے یہ جنوں جز و تن مجھے
زنجیر کی صدا ہے دم زیستن مجھے

ایک بوسہ دے اے کافر بت خدا کے واسطے
مر رہے ہیں ہم اسی آب بقا کے واسطے

سیہ روزی اے شیریں اب میں سعی آہ سے کاٹی
وہ پربت سی شب ایسے تیشۂ جاں کاہ سے کاٹی

گئے سب مرد رہ کے رہزن اب الفت سے کامل ہوں
اے دل والوں میں ان دل والیوں سے سخت بے دل ہوں

ہر آن جیوں نفس سفری ہیں جہاں کے لوگ
جاتے ہیں پیش و پس چلے اس کارواں کے لوگ

پر زنگ ہے آئینۂ دل ہند سے عزلت
گر چاہے صفا ہاں تو صفاہاں کو پہنچ تو

موے پر بھی توجہ ہے جنوں کو میری عزت پر
بنا پتھر اسے طفلوں کے گنبد میری تربت پر

فصل گل میں چاک اپنا گریباں کیجیے
دل سے ٹانکے عشق کے ادھڑیں اگر تک سیجیے

جنوں سے ربط ھے جیوں موج آب اتنا مرے جی کو
کہ نقش زندگی مت جا نہ پھاڑوں گر گریباں کو

جانتا ھوں اشک باری جو اب نہیں تو پھر کب
اے چشم دوست داری جو اب نہیں تو پھر کب

شانہ اُس زلف میں پھرتے یہ سخن کہتا تھا
بات کہتے میں شب وصل چلی جاتی ھے

نیز در شان حضرت امیر المومنین علیہ الصلوۃ والسلام
واقع شدہ است :—

واسطے اُس شاہ کے فراش قدرت ھر سحر
کھینچتا ھے خیمۂ خرشید سے زریں طناب

—§*§—

عمر

معتبر خاں عمر تخلص از تربیت کردہ ھاے ولی
دکنی است از منصب داران سرکار والا بود و در
سخن تلاش معنی تازہ می نمود :—

اُتری رونے سے مرے ابرو کماں کی بھوں سے چین
کس طرح ٹھیرے کماں اس بارش و برسات میں

اپنی آنکھوں اُپر نگاہ کرو آج مشہور ہیں پتا کیا ہی
بس کرو زلف کو لپیٹ رکھو کیا اسیروں کو مار ڈالوگے
ایک رسوا بہت ہے شہرے کو جمع کر کیا اچار ڈالوگے
تل میں دل لے کے یوں مکرتے ہو کہ گویا ان تلوں میں تیل نہیں

مجھے زلفیں دکھانا کیا سبب تھا میں نہیں بوجھا
اُلجھنا اُس میں دل کا وقت شب تھا میں نہیں بوجھا

باغ میں صرصر سے ہوتی ہے خزاں آخر کو دیکھ
عاقبت عاشق کی آہ اے گلبدن برباد نہیں

——§*§——

عاصی

نور محمد عاصی از برہان پور است طبع سلیم و ذہن مستقیم دارد:—

سمجھے ہیں ہم کہ اب کہیں تم نے بھی دل دیا
بیٹھے کہیں ہو بات کہیں ہے نظر کہیں

آتا تھا تیرے منہ کے مقابل ہو آفتاب
ایسا گرا کہ تیغ کہیں اور سپر کہیں

کیا ظلم ہے اے سوئی سی پلکوں والے
آہستہ سیو زخم ہیں دل کے آلے

ترچھی وہ نظر گزر گئی سینے سے
ورنہ تیز ہے * بہت ہیں دیکھے بھالے

—§*§—

عاشق

میر یحییٰ مخاطب بہ عاشق علی خاں عاشق مولد و منشاش دکن است و فکرش بلند و سخنش ارجمند در مرثیۂ حضرت سید الشہدا گوید :—

ہیں شہید کربلا سب سرخ پوش
مصطفیٰ کی آل کا کیا رنگ ہے

رزالا یار جب بولا مرا آنا روپے پر ہے
تو ہم بولے کہ منہ دیکھو روپے کے سولہ آنے ہیں

وقت بد میں کیا کسی سے ہے رفاقت کی امید
بھاگتا ہے جب زوال آتا ہے سائے سا رفیق

صاف دل آرسی سا کوئی نہیں
ایک منہ دیکھی آشنائی ہے

یار کو دیکھ میں قربان ہوا
اس تجارت میں مجکو وارا ہے

نکلے ہیں اجلے بال چناتے ہیں تب سے ہم
بوڑھوں کے بیچ ہم بھی چندے جوان ہیں

ہاتھ پر ہاتھ مرے دھر کے چلے آئے ساتھ
دیکھو طالع کی مدد آج مرے ہاتھ پڑے

---

* (ن) نیزے -

کیوں کر بوہ کے روز کٹیں اے کمہارنی
اب تو ہزار سال کے بدھنے لگے گھڑے

—§✻§—

عاجز

عارف علی خاں عاجز تخلص ریختہ را ہموار می گوید و در خجستہ بنیاد می گذراند :—

اے زرد پوش تم ہو اگر شاخ زعفران
عاجز بھی باغ عشق کا رنگین پلنگ ہے

تری برگشتہ مژگاں کا خیال آتا ہے یوں دل میں
دکن کی فوج جیوں بھالے پکڑ بنگاہ پر آوے

تری بانکی ڈلی میں ہم گزر کو سر سے بیٹھے ہیں
خدا وہ دن کرے قاتل کہ تو اس راہ پر آوے

جنجال زندگی سے کیا ہو گیا جو چھوٹے
عاجز ابھی پڑا ہے ملک عدم کا جھگڑا

تری سمرن میں اے گلرو ہمارے اشک خونیں سے
پلک کے ہاتھ میں یاقوت کے دانوں کی مالا ہے

وہ دوانا ہوں کہ اب شہر کو صحرا سمجھوں
چتر شاہی کو بگولے کا چھلاوا سمجھوں

اگر اس شعلہ خو کی بزم میں جیوں شمع جل سکیے
پتنگے کی طرح جی سے فدا ہونے کو چل سکیے

نگھہ کی مارتا برچھی چلا آتا ھے وہ ظالم
کلیجا چھن گیا دل چھد گیا کیوں کر کہ تل سکیے

ھماری شرح بیتابی کے تئیں تحریر کر سکیے
جو بجلی کے تڑپنے کی طرح تقریر کر سکیے

مصور نے مرے آنسو بھرے آنکھوں کے نقشے کو
نپٹ رو رو کے آب گوھر غلطاں سے کھینچا ھے

مری چھاتی سٹی جب آہ کی باھر نفیر آوے
جگر کو چھید کر جی کو جلا کر دل کو چیر آوے

اگر کیفی سخن میرا نہال تاک کو پہنچے
صراحی شاخ ھوجاوے شراب انگور سے ٹپکے

وہ چنچل کھول زلفیں ناز سے شانے کو پھیری ھے
ارےدل کیا خبر تیری کہ آنکھوں میں اندھیری ھے

پڑیں مرے گلے میں قمریوں کے طوق کے حلقے
اگر وہ سرو قد زلفیں کھلی مجھہ بر مٹں آ بیٹھے

ھنسے جب کھل کھلا کر وہ رنگیلا پھول بن جاوے
نظر جب تیز کر دیکھے پتی کی ھول بن جاوے

عجب شور جنوں ھے ان دنوں مرے خیالوں میں
کہو مجنوں سے دو دن چپ رھے مجہول بن جاوے

اڑاویں جب چمن میں خاک سر پر اُس رنگیلے بن
سر اوپر بلبلوں کے نکہت گل دھول بن جاوے

دوانو کوہ و صحرا پر جنوں میرا ھوا حاکم
کوئی جاکر کہو فرھاد و مجنوں کا وکیل آوے

مجھہ سے بے دل کی اگر تصویر کھینچا چاہیے
اے مصور صورت دلگیر کھینچا چاہیے

—*—

حرف الغین

غریب

محمد زماں غریب شعرش خالی از غرابت معنی نیست :—

تیری بغل ہی میں دل پر داغ ہے غریب
حسرت چمن کی کاہے کو یہ باغ ہے غریب

—*—

حرف الفا

فغاں

اشرف علی خاں فغاں تخلص از عمدۂ منصب داران عہد سعادت مہد است وضع ظریفانہ دارد بمقتضاے مرابطت روحانی بار یاب سخن گرم می جوشد و سریشم اختلاطے می نماید :—

شکوہ کرے ہے کیوں تو مرے اشک سرخ کا
تیری کب آستیں مرے لوہو سے بھر گئی

آوارہ پریشاں و شکستہ دل و بد نام
سنتے تھے فغاں جس کو سو آج ھی نظر آیا

ھستی کی خرابی نظر آتی جو عدم میں
ھرگز کوئی اس خواب سے بیدار نہ ھوتا

اے شیخ اگر کفر سے اسلام جدا ھے
پس چاھیے تسبیح میں زنار نہ ھوتا

— * —

فضلی

شاہ فضلی دکنی، طبعے بلند و فکرے ارجمند دارد برخے ازاں بزبان خامہ و سینۂ کاغذ می سپارد :—

مصور گر تری تصویر کو چاھے کہ اب کھینچے
لگاوے ایک سارا چاند چہرے کے بنانے کو

سجن کو میں کہا تک منھہ تو دکھلا
کہا آئینہ رو نے بیٹھہ منھہ دیکھہ

زلف کے سلسلے کے طالب کو
پیچ دے کر مرید کرتے ھیں

تیرے رخسار کی صفا آگے منھہ دکھو آرسی کی صافی کا

— * —

فدا

فدا نمی دانم کیست و کجا ئیست - ایں قطعہ

ازو بما رسیدہ است : —

مست شراب بند قبا وا کیے ہوئے
پوچھا میں اس طرح سے چلے ہو کہاں میاں

کہنے لگا لے تیغ کو غصے سے ہات میں
سنتا ہے بے یہ کون زباں ہے میاں میاں

— * —

حرف القاف

قائم

محمد قائم 'قائم' تخلص شعرش پسندیدہ است و فکرش سنجیدہ : —

دریا ہی پھر تو نام ہے ہر یک حباب کا
اُٹھ جاے گر یہ بیچ سے پردہ حجاب کا

کیوں چھوڑتے ہو درد تہ جام مے کشو
ہے یہ بھی ذرہ آخر اُسی آفتاب کا

درد دل کچھ نہیں کہا جاتا
آہ چپ بھی نہیں رہا * جاتا

ہر دم آنے سے میں بھی ہوں نادم
کیا کروں پر نہیں رہا † جاتا

* [ن] رہا نہیں † [ن] رہا نہیں –

جا ھے ماتم کو نت مرے دل میں
اِس نگر سے نہیں رھا* جاتا

یہ کہیو تو قاصد کہ ھے پیغام کسی کا
پر دیکھیو لیتا ھے کبھو نام کسی کا

یک دگر جب خفگی آئی تو جھگڑا کیا ھے
تم کو خواھندہ بہت ھم کو خریدار بہت

بھلا اے ابر مژگاں اب تو بس کر
ابھی تو کُھل گیا ھے تو برس کر

بہار عمر ھے قائم کوئی دن
اُسے جیوں گل پیارے کاٹ ھنس کر

ھمارے درد دل کے تئیں یہ کب بے درد بوجھے ھیں
ھم اپنے جی سے عاجز ھیں اِنہوں کو عیش سوجھے ھیں

روکے ھے کون تیغ مرے عشق نے کہا
بولا ادھر سے داغ جگر لے سپر کہ ھم

افغاں وآہ کشتۂ بیداد کیا کرے
جو قتل ھو چکا ھو سو فریاد کیا کرے

میں دوانا ھوں صدا کا مجھے مت قید کرو
جی نکل جائے گا زنجیر کی جھنکار کے سات

پہلے ھی سوجھتی تھی ھمیں یہ شب فراق
یہ رات بے طرح ھے خدا کب سحر کرے

---

* (ن) رھا نہیں -

دھن کو تیرے پایا بات کہتے
ہماری جز رسی میں کیا سخن ہے

نہ لگا دل کو اُس کی مژگاں سے
اپنے حق میں تو کانٹے مت بووے

دل ڈھونڈنا سینے میں مرے بوالعجبی ہے
یہاں راکھہ کا اک ڈھیر ہے اور خاک دبی ہے

جی میں چاہیں تھیں جو کچھہ سو گئیں سب یار کے سات
سر پٹکتے ہی بنا اب درو دیوار کے سات

نہ دل بھرا ہے نہ اب نم رہا ہے آنکھوں میں
کبھی جو روے تھے خون جم رہا ہے آنکھوں میں

میں مر چکا ہوں پہ تیرے ہی دیکھنے کے لئے
حباب وار تنک دم رہا ہے آنکھوں میں

وہ محو ہوں کہ مثال حباب آئینہ
جگر سے اشک نکل تھم رہا ہے آنکھوں میں

اب کے جو یہاں سے جائیں گے ہم
پھر تجکو نہ منہہ دکھائینگے ہم

جو چاہئے چاہ کا سر شتہ
جیتے ہیں تو کر دکھائیں گے ہم

اُٹھاوے ستم یا جفا کیا کرے
بچارا یہ دل ایک کیا کیا کرے

میں جاتا ہوں کعبے سے اب دیر کو
بھلا یہ بھی دیکھوں خدا کیا کرے

مرا کوئی احوال کیا جانتا ھے
جو گزرے ھے مجھہ پر خدا جانتا ھے

—) * (—

قدرت

قدرت الله، قدرت تخلص بر سخن قدرت دارد و بشاهجهاں آباد می گزراند:-

قاصد شتاب جا کے خبر لا تو یار کی
حالت نپٹ بری ھے دل بے قرار کی

—*—

قدر

قدر نقد کامل عیارش در چشم فیان سخن صیر قدر دارد —

آے ھو آج تو رہ جاؤ سجن رات کی رات
لیلة القدر سے بہتر ھے ملاقات کی رات

—*—

قاسم

قاسم دکنی از تربهت کرده هاے عزلت است -

دیکھہ مجھہ چہرۂ طلا کا رنگ
اُڑ گیا آج کہربا کا رنگ

میں ھار دیا جان تجھے مولسری کا
اک دام بھی تجھہ سے نہ لیا مول سری کا

مجھے اے سرو قد تجھہ ناز نے مارا نزاکت سے
بجاے گل ہماری قبر اوپر ناز بو رکھیو

—*—

قادری

سید خلیل قادری تخلص، ریختہ را ہموار می گوید و در دکن بسر می برد :-

خوش لگا جب سے فقر کا کامل
پشم کر بوجھتا ہوں دنیا کو

——) * (——

حرف الکاف

کلیم

محمد حسین 'کلیم' تخلص سخنش دل پذیر است وحرفش بدل جاگیر -

آتی ہے دل پہ قلقل مینا سے اب شکست
وے دن گئے کلیم کہ یہ شیشہ سنگ تھا

میں بانکپن سے تھرے نہیں ڈرگیا * رقیب
گو دل میں ہے تو مجکو بھی للکار دیکھنا

نہ کچھہ برا ہوا پرویز کا نہ شیریں کا
ترے ہی سر پہ اے فرہاد جو ہوا سو ہوا

---

* (ن) ڈرنے کا -

نشاں مجھ دل کا مت پوچھو یہ مجنوں
کہیں اس طرف ویرانے کے ہوگا

قبر میں ھی اپنے ھمراہ گیا اپنے کلیم
آہ کیوں درد دل اپنا نہ کسی کو سونپا

تا صبح تجھ بغیر عجب میرا رنگ تھا
روشن تھی شمع آہ دل اُس پر پتنگ تھا

رکھتا ھے زلف یار کا کوچہ ھزار پیچ
اے دل سمجھ کے جائیو ھے راہ مار پیچ

سو زخم کھا چکا ھے دل اس پر جگر جلا
کہتا ھے مجکو زخم ھے ایک آرزو ھنوز

جو صدا آتی ھے اس وادی سے ھے سینہ خراش
یہ کوئی دل روتا جاتا ھے نہیں بانگ جرس

پوچھ مت غم کی داستان اے دل
کہ پڑا ٹوٹ آسمان اے دل

مانند سرو ھوں کہ نہ گل ھے نہ بر مجھے
بےکار باغ ھوں پہ سزاوار باغ ھوں

اب دم شمردگی سے مجھے کار وبار ھے
ھر دم مرے حساب میں روز شمار ھے

غرور حسن ممکن نہیں کسی کی داد کو پہنچے
غرض تم سن چکے احوال ھم فریاد کو پہنچے

اُس کے ابرو کی اگر تصویر کھینچا چاھیے
اول اپنے قتل پر شمشیر کھینچا چاھیے

سو روضۂ رضواں کو میں ایک آن میں دیکھا
جب گل کی طرح چاک گریباں میں دیکھا

——$*$——

کمترین

کمترین شعرش زبان زد عوام است و طبعش مائل با ہاجی و ایہام :—

دکھو پکواں والی کی مزاخیں خصم کے روبرو دیتی ہے شاخیں

تم پادشا پسند ہو ہم کمتریں تمہارے
کے بھر دو گے ہم کو نازک بدن پیارے

——$*$——

کافر

میر علی نقی کافر تخلص بفقیر آشنائی بیگانہ دارد و بعنوان سپہ گری بسر می برد :—

حسرت سے ان بتوں کے دل پر کدورتیں ہیں
مٹی کی مورتیں ہیں کافر یہ صورتیں ہیں

کس کس طرح بتوں کی صورت نے رنگ پکڑے
کافر ان انکھڑیوں نے دیکھے ہیں کیا جھکڑے

——$*$——

گھاسی

میر گھاسی بر احوالش اطلاع نیست :—

تو ہو اور باغ ہو اور زمزمہ کرتا بلبل
تیری آواز سے جیتا ہوں نہ مرتا بلبل

——$*$——

حرف اللام

لسان

میر کلیم اللہ لسان تخلص جوان خوش رو و خوش خو بود - چندے برفاقت فقیر بسر بردہ در عین عنفوان جوانی جا گرم نہ کردہ رخت بسرائے خاموش کشید :—

جدا ہو مجھ سے مرا یار یہ خدا نہ کرے
خدا کسو کے تئیں یار سے جدا نہ کرے

تو جب تلک کرے انکار وعدہ مجھ سے سجن
غضب ہے عہد اگر تب تلک وفا نہ کرے

سجن جو تجھ سے ہوا آشنا سو جی سے گیا
خدا کسو کے تئیں تجھ سے آشنا نہ کرے

گناہ مرنے میں لساں کے چارہ گر کا نہیں
طبیب کیا کرے تاثیر جو دوا نہ کرے

اپنا چاک پیرہن بہاتا ہے دیوانے کے تئیں
آگ میں جلنا بھلا لگتا ہے پروانے کے تئیں

—–*$$––

حرف المیم

مظہر

ادا فہم معنی پرور مرزا جان جاناں مظہر اصلش از معمورۂ بخارا و مولد و منشاش اکبر آباد است بشرافت نسب و نبالت حسب موصوف است و بمکارم اخلاق شریف معروف حقا کہ ذاتش مظہر تجلیات الہی است و مظہر انوار فیوضات غیر متناہی از بدو حیات الی یومنا ہذا کہ عمر شریفش بہ پیمائش خطوۂ ستین است از بلندی منشی بتوکل و انزوا بسر بردہ و از والا ہمتے سر استغنا بپادشاہ و وزیر فرو نساختہ متکی مسند فراغت و مربع نشین چار بالش عزلت است از انجا کہ علم فقہ و حدیث حظے وافر دارد و از کتب سیر و تواریخ بہرۂ متکاثر، سرش از بلند ہمتی بشعر و شاعری فرو نمی آید و ایں مشغلہ ہا را سرمایۂ افتخار نمی انگارد۔ چنانچہ اکثرے از اشعارش از راہ بے پروائی از صفحۂ خاطر محو و منسی شدند و برخے

از عدم اعتنا و توجه باین فن مہجور و ابتر گشتند لیکن چوں عشق سخن سرشتۂ آب و گلش ہست و مہر معنی جاگزیں دلش از فرط استیلاے عشق معنی ہر گاہ از صحبت صوفیان خانقاہ و مستفیدان خدا خواہ فرصتش دست بہم می دہد متوجہ ایں شغل بے حاصل می گردد و میرزا مظہر فارس دو میدان و والی دو مملکت بیان است و شعر فارسیش بغایت لطافت و نظم ریختہ اش بنہایت عذوبت :-

گئی آخر جلا کر گل کے ہاتوں آشیاں اپنا
نچھوڑا ہاے بلبل نے چمن میں کچھہ نشاں اپنا

ہمارے ساتھہ سے یہ دل بھی بھاگا لے کے جاں اپنا
ہم اس کو جانتے تھے دوست اپنا مہرباں اپنا

یہ حسرت رہ گئی کیا کیا مزوں سے زندگی کرتے
اگر ہوتا چمن اپنا گل اپنا باغباں اپنا

مرا جلتا ہے دل اس بلبل بے کس کی غربت پر
کہ گل کے آسرے پر جن نے چھوڑا آشیاں اپنا

کوی آزردہ کرتا ہے سجن ایسے کو اے ظالم
یہ دولت خواہ اپنا مظہر اپنا جانجاں اپنا

ہم نے کی ہے توبہ اور دہومیں مچاتی ہے بہار
ہاے کچھہ چلتا نہیں کیا مفت جاتی ہے بہار

لالہ و گل نے ہماری خاک پر ڈالا ہے شور
کیا قیامت ہے موؤں کو بھی ستاتی ہے بہار

نرگس و گل کی دکھو کلیاں کھلی جاتی هیں سب
پھر ان خوابیدہ مستوں کو جگاتی هے بہار

هم گرفتاروں کو اب کیا کام هے گلشن میں لیک
جی نکل جاتا هے جب سنتے هیں آتی هے بہار

اتنی فرصت دے که رخصت هولیں اے صیاد هم
مدتوں اس باغ کے سائے میں تھے آباد هم

الہی مت کسو کے پیش رنج و انتظار آوے
همارا دیکھیے کیا حال هو جب تک بہار آوے

زخمی ترو نگهه کا یک پل جیا تو پھر کیا
صیاد کی بغل میں تک دم لیا تو پھر کیا

نہیں کچھه هم که کیوں ملتا نہیں پیماں گسل میرا
میں روتا هوں یه دل کی بے کسی پر هاے دل میرا

یه دل کب عشق کے قابل رها هے — کہاں هم کو دماغ و دل رها هے
نہیں آتا کسے تکیے اوپر خواب — یه سر پاؤں سے تیرے هل رها هے
خدا کے واسطے اُس کو نه ٹوکو — یہی اک شهر میں قاتل رها هے

گر گل کو گل کہوں تو ترے روکو کیا کہوں
بولوں نگهه کو تیغ تو ابرو کو کیا کہوں

تجلی گر تری پست و بلند اُن کو نه دکھلاتی
فلک یوں چرخ کیوں کھاتا زمیں کیوں فرش هوجاتی

حنا تیری کف پا گر نه اس شوخی سے سہلاتی
یه آنکھیں کیوں لہو روتیں انھوں کی نیند کیوں جاتی

اگر یہ سرد مہری تجکو آسائش نہ سکھلاتی
تو کیوں کو آفتاب حسن کی گرمی میں نیند آتی

الہی درد و غم کی سرزمین کا حال کیا ہوتا
محبت گر ہماری چشم تر سے مینہہ نہ برساتی

توفیق دے کہ شور سے اک دم تو چپ رہے
آخر مرا یہ دل ہے الہی جرس نہیں

جواں مارا گیا خوباں کے اوپر میرزا مظہر
بھلا تھا یا برا تھا زور کچھہ تھا خوب کام آیا

مرتا ہوں مہرزائی گل دیکھہ ہر سحر
سورج کے ہاتھہ چونری و پنکھا صبا کے ہات

کسی کے خون کا پیاسا کسی کی جان کا دشمن
نہایت منھہ لگایا ہے سجن نے بیڑۂ پان کو

آتش کہو شرارہ کہو کوئلا کہو
مت اس ستارہ سوختہ کو دل کہا کرو

خدا کو اب تجھے سونپا ارے دل
یہیں تک تھی ہماری زندگانی

— * —

مضمون

برشاہد معنی مفتون شیخ شرف الدین مضمون از
شعراے قرار دادۂ ریختہ است مشق سخن از میرزا

مظہر و خان آرزو کردہ از زبان حضرت گنج شکر است
چنانچہ گوید :—

کرے کیوں نہ شکر لبوں کو مرید که دادا ھمارا ہے بابا فرید

با وصف بدوت پیری و فرط ضعف و ناتوانی ہا
مردے بود بغایت گرم جوش و چسپاں اختلاط ہر گاہ
دندانش از نزلہ ریختند خان آرزو از مزاح شاعر
بیدانہ می گفت - شعرش خالی از نزاکت نیست :—

ہم نے کیا کیا نہ ترے غم میں اے محبوب کیا
صبر ایوب کیا گریۂ یعقوب کیا

ایں شعر در قلمرو ہندوستان مقبول طبائع بودہ
لیکن افسوس که به مضمون قہغا کردہ مخلص مبتذل
بر آمدہ :—

در فراق تو جہاں اے بت محبوب کنم
صبر ایوب کنم گریۂ یعقوب کنم

گر حرف حق زبان سے ہماری کبھو سنے
احوال اپنا دیکھہ کے حلاج سر دھنے

کرے ہے دار بھی کامل کو سرتاج ہوا منصور سے نکتہ یہ حل آج

سبزی یہ خط کی دیکھہ پیدا رے عجب نہیں
ھوکر کے مست بھنگ بھی تلکے اگر چنے

کہا سمجھہ باندھا ہے بلبل نے چمن میں آشیاں
ایک تو گل بے وفا ہے تس پہ جور باغباں

مہ رو نے بوجھ پکڑا مشکل ہوا ہے جینا
یارو خدا کرے خیر بھاری ہے یہ مہینا

چلا کشتی میں آگے سے چلا * محبوب جاتا ہے
کبھو آنکھیں بھر آتی ہیں کبھو جی ڈوب جاتا ہے

مرا یہ اشک قاصد کی طرح اک دم نہیں تھمتا
کسی بے تاب کا گویا لیے مکتوب جاتا ہے

مضمون شکر کر کہ ترا اسم سن رقیب
غصے سے بھوت ہو گیا لیکن جلا تو ہے

بلبلو شور چمن میں نہ کرو کون سنتا ہے تمہاری فریاد

مے کدے میں گر سراسر فعل نامقبول ہے
مدرسہ دیکھا تو وہاں بھی فاعل و مفعول ہے

— * —

مزمل

مثیطہ مزمل معاصر میاں آبرو بود و در سخن تلاش معنی تازہ می نمود گویند در اواخر عمر جنون بر مزاجش طاری شد و اختلالے در حواسش ساری آخر با ستعفاے نوکری وترک ملازمت ارباب دول پرداختہ در شاہجہان آباد بزاویۂ خمول ساختہ بعد چندے نواے ارجعی شنید و رخت بسراے خاموشاں کشید :-

* [ن] جو ود–

راز دل آنکھوں نے سب ظاہر کیا ہائے کیسا رو دیا رونا نہ تھا

---*---

موزوں

نواب خواجم قلی خاں ذوالفقار الدولہ، موزوں تخلص از دکن است طبع موزوں دارد :-

موزوں نے راہ عشق میں اب پھر قدم رکھا
ہے مصلحت سے دور نہ جانوں کرے گا کیا

---*---

میراں

میرزا میر میراں تخلص مخاطب بہ سید نوازش خاں پسر نواب علی مرداں خاں است طبع عالی دارد ازو است :-

آہ اگر باغ سے وہ سرو خراماں گزرے
اشک قمری کا گلستان میں طوفان گزرے

---*---

میر

سخن سنج بے نظیر میر محمد تقی میر تخلص زاد گاهش اکبر آباد است وطبعش معنی ایجاد شمع اسعدادش

بر کردهٔ شعاع ادراک سراج الدین علی خان آرزو است - فقیر سیر اشعارش نموده و چشمے آب داده حقا که دراں تلاش معنی بیگانه کرده است و حرف آشنا رابروے کار آورده :—

بھلا تم نقد دل لے کر ہمیں دشمن گنو اب تو
کبھو کچھ ہم بھی کرائیں گے حساب دوستاں در دل

—*—

میر

محمد میر ، میر تخلص ، شعرش پسندیده است و سخنش سنجیده :—

شہرۂ حسن سے از بسکہ وہ محجوب ہوا
اپنے چہرے سے جھگڑتا ہے کہ کیوں خوب ہوا

—*—

محسن

محمد حسن محسن تخلص از بس دولت معنی از خزینۂ محمد تقی میر اندوخته است و چراغ از فروغ استعدادش افروخته :—

یوسف مصر پہونچتا ہے کوئی
تجھہ سے دلبر عزیز دلہا کو

درت قمرے عقیق لب کا شوخ زندہ کرتا ہے نام عیسیٰ کو

دورے گئے وہ کوھکن و قیس کے جو تھے
میرے جنوں کا اب تو زمانے میں شور ہے

مرا رنگ رو اس قدر زرد ہے کہ یہاں زعفران زار بھی گرد ہے

اگر شیخ دوزخ میں گرمی ہے زور مرے پاس بھی اک دم سرد ہے

اُس کے کوچے میں ہے کچھہ نالۂ شبگیر کا ذکر
دیکھیو کوئی یہاں میرا تو مذکور نہیں

طبع نازک کو مری ھات ھی میں رکھیو کہ میں
قیس و فرھاد سا دھقانی و مزدور نہیں

کہا جانئے وہ شوخ کدھر ہے کدھر نہیں
ھم کو تو تن بدن کی بھی اپنے خبر نہیں

اُس دشت پر خطر کا میں باشندہ ھوں جہاں
آدم کا ذکر کیا ہے ملک کا گزر نہیں

دل دیجئے پر ہے جی تو کرو خانماں خراب
یہ عاشقی ہے شیخ جی خالا کا گھر نہیں

محسن بروں میں ہے تو بھلا کہئے کیا کروں
تھا ایک دل بساط میں اس کو بھی کھو چکا

سدا رھتا ہے فالاں کارواں سات مرا دل ہے الٰہی یا جرس ہے

دل مرا وابستۂ زنجیر زلف یار ہے
ہے تو دیوانہ پر اپنے کام کو ہشیار ہے

اور کچھ عاجز تمہارا تو نہیں رکھتا مگر
جان بر لب آمدہ حاضر ہے گر درکار ہے

جاں بلب ہوں میں نکل جائے نہ یہ دہان کہیں
دل میں حسرت ہی رہی جاتی ہے آسان کہیں

بت خانے کی شکست و درستی کعبہ ہائے
یہ سب کیا پہ شیخ نے دل میں نہ گھر کیا

--- * ---

موزون

میر رحم علی موزوں تخلص با ستعدائے علم عربیہ معروفست و باقتضائے فن فارسیہ موصوف با راقم اخلاص خالص دارد و گاہ گاہ بملاقات می پردازد :—

اگر چہ خوش کمر موزوں بہت ہیں
فدا ہے جیو میرا اُس مو میاں پر

زرد ہونے میں نہ دیکھا ہم نے کچھ روئے بھی
پھل یہی پایا جہاں میں تجھہ زنخ کو سہو کر

--- * ---

حرف النون

ناجی

محمد شاکر ناجی تخلص ، گویند روے بزدہ داشت و بعنوان سپہ گری علم می افراشت طبعش اکثر مائل با ھاجی بود :—

تکلیف کھینچے حد سے زیادہ رکھے جو فیض
گو نام کو ھما ھے پہ کہاوے کا اپنے ھاڑ

میں ھوتی تھی جو کُڈی افطار کرتا جس کے گھر
اب بتاویں طے کا روزہ دیکھہ کر مہمان کو

ھر نگہہ ظالم کی نہیں فتنے سے خالی الحفیظ
کیا قیامت ھے یہ تیغ پر تگالی الحفیظ

باغ میں غنچوں کے دل ترقے ھیں اور جھرتے ھیں گل
دیکھہ تیرے رنگ و بو کہتا ھے مالی الحفیظ

خون کا پیاسا تھا میرا جن نے کھلائے تجھکو پان
کیا بلا لاوے گی تیرے لب کی لالی الحفیظ

آج تو ناجی سجن سے کر تو اپنا عرض حال
مرنے جینے کا نہ کر وسواس ھونی ھو سو ھو

غم نہیں گر دلبری سے دل کو لے جاتا ھے وہ
پاس میرے تب تو آتا ھے جو دل پاتا ھے وہ

کہا فردا کا وعدہ سرو قد نے قیامت کا جو دن سنتے تھے کل ھے

ھوا جب آئنے مہں جلوہ گر تب میں لیا بوسہ
جب آیا اپنے قابو میں تو پھر منھہ دیکھنا کیا ھے

نجانا یدکہ اُس پر کتنی موے ھین عبث کرنے گیا میں گور پر گور

نرگس کے تئیں میں ھر گز لاتا نہیں نظر میں
دیکھی ھیں میں نے آخر پیارے تمھاری آنکھیں

تری نگاہ کی کثرت سے اے کہاں ابرو
ھمارے سینے مہں تودا ھوا ھے تیروں کا

دیکھہ دلبر تری کمر کی طرف پھر گیا مانی اپنے گھر کی طرف

مجھ کو باتوں میں لگا معلوم نہیں کیا کہہ گیا
لے چلا جب دل کے تئیں منھہ دیکھتا میں رہ گیا

چاھئے اشراف کو مجلس میں بے دعوت نہ جاے
گو کہ وہ دبلا نہ ھو پر بوجھتے ھیں سب حقیر

صبح دم جب جا چمن میں تم نے زلفیں کھولیاں
لے چلی دبا صبا خوشبو کی بھر بھر جھولیاں

جامہ زیبوں سے ترو صیاد ھیں اس دور کے
لے گئے دل گھیر نیچے دامن اونچی چولیاں

کہوں منڈاتا ھے زلف کو پیارے
دیکھہ تجھ کو کہیں گے سب مو رکھہ

—-*—

نثار

عبدالرسول نثار تخلص نشو و نمایش از اکبر آباد است ودر سخن محمد تقی میر اُستاد :—

جو ھے یعقوب ' یوسف دیکھنا منظور آنکھوں سے
تو اتنا پھوٹ کر مت رو کہ جاوے نور آنکھوں سے

تک دیکھہ تو چمن کا اب کیا ھے ڈھنگ تجھہ بن
منہ سے اُڑا ھے دُل کے گلشن میں رنگ تجھہ بن

یہاں گل رکھے پھرے ھے دستار پر تو اپنی
وھاں عاشقوں کے سر پر پڑتے ھیں سنگ تجھہ بن

اکثر ھیں دل فگار و لیکن نہ اس قدر
کتنے ھیں بیقرار و لیکن نہ اس قدر

میں وہ ھوں جس کے رشک سے گل نیں کیا سحر
ٹکڑے جگر ھزار و لیکن نہ اس قدر

ھات سے ان جامہ زیبوں کے نکل جاویں گے ھم
یہ گریباں دامن صحرا کو دکھلاویں گے ھم

یہ عزم کس مریض پہ یہ خشم کس پہ شوخ
اک میں ھوں مضطرب سو تو نبض تپیدہ ھوں

قاصد تو مقتضا نہیں غیرت کا خط لئے
مشتاق پرفشانی رنگ پریدہ ھوں

——*——

حرف الواو

ولی

مظہر کمالات خفی و جلی محمد ولی در دکن چہرۂ ہستی افروختہ از بدو شعور دولت معنی اندوختہ کمان پر زور سخن را بہ نیروے فکرت کشیدہ و ناوک اندیشہ اش بہدف معنی رسیدہ ہر چند اشعار آبدارش زیب صفحۂ لیل و نہار است و گوشوارۂ سوامع سخن سرایان روزگار لیکن بنا بر التزام بہ تحریر بیتے چند بایجاز و اختصار پرداخت -

نہ پوچھو عشق میں جوش و خروش دل کی ماہیت
برنگ ابر دریا بار ہے رومال عاشق کا

غرور حسن نے تجھہ کو کیا ہے اس قدر سرکش
کہ خاطر میں نہ لاوے تو اگر تجھہ گھر 'ولی' آوے

اے غنچہ نہ کر تو فخر یہ دل
تکمہ ہے سجن کی بکتری کا

دل چھوڑ کے یار کیوں کہ جاوے
زخمی ہے شکار کیوں کہ جاوے

کیا غم ہے اس کو گرمی خرشید حشر سے
بخت سیاہ جس کے سر اوپر ہے سائبان

دشمن دیں کا دین دشمن ہے
راہزن کا چراغ رہزن ہے

سن ولی رہنے کو دنیا میں مقام عاشق
کوچۂ زلف ہے یا گوشۂ تنہائی ہے
اک دل نہیں آرزو سے خالی ہر جا ہے محال اگر خلا ہے

گناہوں کے سیہ نامے سے کیا اس پریشاں کو
جسے وہ زلف دستاویز ہو روز قیامت میں
پہنچتا ہے یہ دل کو کو ہر جاگہ
غم تیرا روزی مقدر ہے

—*—

حرف الہا

ہدایت

ہدایت اللہ ہدایت تخلص برہنمونی خواجہ میر درد پے بمنزل معنی بردہ و راہ بہ شہرستان سخن یافتہ -

شہید تیغ ابرو ہے اسیر دام گیسو ہے
ہدایت بھی تو کوئی زور ہے شہدا شکستا ہے

بھلا بتا تو مری جان کچھ ہدایت نے
تمہارے جور سے شکوہ کبھی کیا ہوگا
مگر یہی نا کہ بے اختیار ہو کے کبھو
کچھ اور بس نہ چلا ہوگا رو دیا ہوگا

—*—

حرف الیا

یقین

صاحب تلاش معنی رنگین انعام‌الله خان یقین
تخلص پسر اظہرالدین خان بہادر مبارک جنگ
نبیرۂ حضرت شیخ مجدد الف ثانی است و نبیسۂ
نواب حمید الدین خان مرحوم - شہباز خیالش بصید
معنی بلند پرواز است و ھماے اندیشہ اش بر
قلہ قاف سخن بہ پر فشانی ممتاز بے اغراق ریختہ
گوئی را برطاق بلند گزاشتہ و تخم معنی در زمین
سخن کاشتہ و انچہ از طبعش سر زدہ از فرط
شیوع و حسن قبول در تمام ھندوستان بر افواہ
السنہ جاری است - استفادۂ سخن از افادت گاہ
مرزا جان جاناں مظہر گرفتہ چنانچہ گوید -

جیوں نماز اپنے پہ شام و صبح لازم کر یقین
حضرت اُستاد یعنی شاہ مظہر کی ثنا

باموالف اخلاص خالص دارد واکثر ھا بملاقات می
پر دازد -

ھے ترے داغ سے تر سینہ سوزاں میرا
آب رنگ آگ سے رکھتا ھے گلستاں میرا

غم کے ھاتوں نہ رھا کچھہ بھی رفو کے قابل
بسکہ سو بار سیا چاک گریباں میرا

رو اگر دیجئے اُس کو بھی تو کچھ عیب نہیں
آئینے سے بھی گیا کیا دل حیراں میرا

نہ ہوتا میں اگر صدقے ترے جانے کے کام آتا
گر سدہ ناز کا تھا گالیاں کھانے کے کام آتا

بتاں خون کرکے میرا سب لگے آپس میں یہ کہنے
یہ کافر جیوتا رہتا تو بت خانے کے کام آتا

اُڑا دی ان ہوا نے مشت خاک مے کشاں ناحق
غبار ان کا اگر رہتا تو پیمانے کے کام آتا

یہ کوہ طور سرمہ ہوگیا سارا ہی کیا کہیے
کوئی پتھر اگر بچتا تو دیوانے کے کام آتا

لیا ہے ان بتیں نے عشق کا آتش کدہ سب ہی
کوئی شعلہ جو بچ پڑتا تو پروانے کے کام آتا

ہمیشہ کھینچتا ہوں اشک خوں کو دار مژگاں پر
اگر رونے کو میرے دیکھتا منصور رو دیتا

مجھے گر حق تعالیٰ کار فرمائے جہاں کرتا
بتاں کو میں بزور ان بے کسوں پر مہرباں کرتا

خدا دیتا مجھے گر مہر سامانی خدائی کی
تو میں ان بلبلوں کو گلشنوں کا باغباں کرتا

اگر مرکر نہ میں اُس شوخ کی خاطر نشاں کرتا
خدا جانے وفا میری کے حق میں کیا گماں کرتا

نہیں معلوم اب کے سال پیمانے پہ کیا گزرا
ہماری توبہ کرنے سے میخانے پہ کیا گزرا

برھمن سر کو اپنے پیٹتا تھا دیر کے آگے
خدا جانے تری صورت سے بت خانے پہ کیا گزرا

دیا لوگوں سے ھر جا پر غضب ھے اتنی ھشیاری
نہ پوچھا یہ کبھو تو نے کہ دیوانے پہ کیا گزرا

ھوں زخم میرے کاری اس سینے سے کیا ھوگا
اب مرنا ھی بہتر ھے اس جینے سے کیا ھوگا

کہتے ھیں کہ تسخیر میں آئینے کو آتی ھیں
دل سے نہ ھوا یہ کام آئینے سے کیا ھوگا

طلا اس حسن کے شعلے کے آگے آب ھوجاتا
تجھے گر دیکھتا روپا پگل سیماب ھو جاتا

کمی کی خنجر قاتل نے اُس کی پیاس کے حق میں
کئی زخم اور اگر لگتے تو دل سیراب ھو جاتا

اثر خوبان فندق زیب کے گُلبوں میں یہ دیکھا
کہ جو کرتا تھا اشک خوں سو وھاں عناب ھوجاتا

اگر تجھکو زلیخا دیکھتی سب کچھہ بسر جاتی
تماشا ماہ کنعانی کا اُس کو خواب ھو جاتا

یقین سوز و گداز اپنے کو گر اظہار میں کرتا
خدا شاھد کہ آتش کا بھی زھرا آب ھو جاتا

سر پر سلطنت سے آستان یار بہتر تھا
ھمیں ظل ھما سے سایۂ دیوار بہتر تھا

ھموں نے ھجر سے کچھہ وصل میں دھڑکے بہت دیکھے
ھمارے حق میں اس راحت سے وہ آزار بہتر تھا

نہ ہو جو سر سے میرے دور ظل عاطفت غم کا
نہ پڑ یو داغ پر میرے الٰہی سایہ مرہم کا

شکوہ حسن سے آنسو ہمارے سوکھہ جاتے ہیں
یقیں سورج کے آگے کب اثر رہتا ہے شبنم کا

تجھہ آنکھوں سے اُتر کر دل نہ کرتا شور کیا کرتا
یہ شیشہ طاق سے گر کر نہ ہوتا چور کیا کرتا

نہیں اُتر سکتی کسو افسوں سے کالے کی لہر
کہوں کہ نکلے سر سے اُس زلف پریشاں کی ہوا

نہ آب تیشۂ فرہاد خوں میں گر ملا سکتا
اس آب و رنگ سے کب نقش شیریں کو بنا سکتا

اجل نے کوہکن کی خوب رکھہ لی شرم خسرو کی
وگرنہ اس کے سنگ زور کو یہ کب اُٹھا سکتا

یہ دل ایسا خراب کوچہ و بازار کیوں ہوتا
اگر ملتا نہ اتنا گلرخاں سے خوار کیوں ہوتا

تری الفت سے مرنا خوش نہیں آتا مجھے ورنہ
یہ ایسا کار آساں اس قدر دشوار کیوں ہوتا

کسو کا تو کبھی دکھا کرو دل تم کو لازم ہے
وگرنہ دلرباؤں کا لقب دلدار کیوں ہوتا

گرا میں آنکھہ سے تیری جہاں کے ہات کیا آیا
مجھے پٹکا زمیں پر آسماں کے ہات کیا آیا

مرے ان آنسوؤں نے کھودیا نور بصر میرا
یہ یوسف بیچ کر اس کارواں کے ہات کیا آیا

نہ کہتے راز دل تو اپنی رسوائی بلا سہتی
فضیحت کر کے مجھکو اس زباں کے ہات کیا آیا

دلبروں کے نقش پا میں ہے صدف کا سا اثر
جو مرا آنسو گرا اُس میں سو گوہر ہو گیا

کیا بدن ہوگا کہ جس کے کھولتے جامے کے بند
برگ گل کی طرح ہر ناخن معطر ہو گیا

آنکھہ سے نکلے پہ آنسو کا خدا حافظ یقین
گھر سے باہر جو گیا لڑکا سو ابتر ہو گیا

لگے گا ہات پتھر اس طرح کی سعی ناحق سے
پرائے دلبروں پر سر نہ چیر اے کوہکن اپنا

یقین اس کے در دنداں کی باتیں جو کیا چاہے
صدف کی طرح دھولے آب گوہر سے دہن اپنا

یہ قمریاں جو سرو کی عاشق ہوئیں مگر
دنیا میں اور کوئی سجیلا جوان نہ تھا

اس قدر غرق لہو میں یہ دل راز نہ تھا
جب حنا کو ترے پاؤں سے سروکار نہ تھا

حسن کا عشق زلیخا ستی کچھہ چل نہ سکا
ورنہ وہ پاک گہر قابل بازار نہ تھا

دل میں زاہد کے جو جنت کی ہوا کی ہے ہوس
کوچۂ یار میں کیا سایۂ دیوار نہ تھا

اب جیوں سر شک خاک سے سکتا نہیں ہوں اُٹھہ
آگے میں دل کی آنکھہ سے اتنا گرا نہ تھا

جو کچھہ کہیں گے تجکو یقیں ہے سوا تری
بندہ جو تو بتاں کا ہوا کیا خدا نہ تھا

کہوں میں کیوں کہ نہ صبح بہار تجکو کہ آج
چمن میں تو جو نہ تھا گل کے منہ پہ نور نہ تھا

خفیف مجھہ سے الجھہ کر عبث ہوا واعظ
کہ میں تو مست تھا اس کو بھی کیا شعور نہ تھا

نوک بعضے سرو کی ہوتی جو ہے خم اس سے بوجھہ
عالم بالا سے آتا ہے چلا گویا ادب

دشت اڑتا ہے تواضع کو نہیں یہ گرد باد
دیکھہ دیوانے کو کرتا ہے یقیں صحرا ادب

کیا گرادی ایک تیشے سے بنا فرہاد کی
کر دیا کس گھر بسے نے خانۂ شیریں خراب

صبر کیجئے کب تلک ناصح کہ کردیتا ہے عشق
حوصلے کا شہر غارت خانۂ تمکیں خراب

پاؤں کو اپنے یقیں کی چشم گریاں پر نہ رکھہ
مت کرا ے گل آب جو میں دامن رنگیں خراب

تری آنکھوں کی کیفیت کو ہے خانہ سے کیا نسبت
نگہہ کی گردشوں کو دور پیمانہ سے کیا نسبت

یہ وہ موتی ہیں جس کی سیپیاں آنکھیں ہیں عاشق کی
مرے آنسو کو مروارید کے دانہ سے کیا نسبت

یہ بت جن نے تراشے ہیں اسے بوجھا بغیر اس کے
کہوں یہی صورتیں کوئی بنا سکتا ہے کیا قدرت

تصور کرکے لیتا ھوں مزا میں اس کی باتوں کا
مرے اس چپکے رہنے کا ھے وہ شیریں سخن باعث

حق کو کب پہنچے بندھے جب تک نہ ان زلفوں سے دل
کیونکہ ھو زنجیر بن ایسے دوانے کا علاج

جی نکل جاتا ھے میرا جب کبھو آتی ھے یاد
وہ قسم کھا کر اسی ساعت مکر جانے کی طرح

خار سے مژگاں کے جی ترتا ھے میرا بے طرح
رکھ مری آنکھوں پہ دیتے ھو کف پا بے طرح

فصل گل بھی آن پہنچی دیکھئے کیا ھو یقین
اب کے جلتا ھے جنوں پر جی ھمارا بے طرح

رنگ سے مہندی کے ھوجاتے ھیں آنسو لعل تر
رکھ کے ان پانوں پہ سر کوئی اٹھاوے کس طرح

مرے نہ چاک گریباں سے ھے رفو گستاخ
نہ میرے زخم سے مرھم کی آرزو گستاخ

کون دیکھے قامت رعنا پہ تیرے جز یقین
غیر شاعر کون دے اس مصرع موزوں کی داد

بوجھتا ھے خوب کیفیت نظارے کی یقین
اس نگاہ مست سے لیتا ھے مے خانے کا حظ

رشک تیری دلربائی کا زبس کھاتی ھے شمع
دیکھ تیرے حسن کے شعلے کو جل جاتی ھے شمع

اس ھوا میں رحم کر ساقی کہ بے جام شراب
دیکھ کر چھاتی بھری آتی ھے باراں کی طرف

ناصح سے مجکو غم نے کیا شرمسار حیف
سو بار پھٹ چکا یہ گریباں ہزار حیف

عرق کرتا ہے اپنے حسن کے شعلے کی گرمی سے
بڑا ہے گل سے بھی یہ دلبر خرشید رو نازک

رشک سے لاگی ہے پروانے کے جیسے تن کو آگ
لگیو اے فانوس ایسی تیرے پیراہن کو آگ

فصل گل آتی ہے بلبل آشیاں کا کر علاج
لگ اُٹھے گی اب کوئی دن بیچ اس گلشن کو آگ

چل یقیں بہتر نہیں ہے اس سے جل مرنے کی طرح
کیا یہ پھولے ہیں پلاس اور لگ رہی ہے بن کو آگ

قد ترا از بسکہ رکھتا ہے لٹک جیوں شاخ گل
باؤ کے صدمے سے جاتا ہے لہک * جیوں شاخ گل

ہار مت پہنا کر اے پیارے کہ نازک قد ترا
بوجھہ سے پھولوں کے جاتا ہے لچک جیوں شاخ گل

مر چکا ہوں تس پہ جی میں مجھہ دوانے کے یقیں
وے حنائی ہات جاتے ہیں کھٹک جیوں شاخ گل

پڑ گئی دل میں تری تشریف فرمانے کی † دھوم
باغ میں مچتی ہے جیسے فصل کے آنے کی ‡ دھوم

تیری آنکھوں میں نشے نے اس طرح مارا ہے جوش
ڈالتے ہیں جس طرح بدمست مے خانے میں دھوم

---

* [ن] لچک۔ † میں۔
‡ باغ میں مچتی ہے گل کی فصل آنے میں دھوم

ابر جیسے مست کو شورش میں لاوے دل کے بیچ
مچ گئی یکبار ان بالوں کے کھل جانے میں دھوم

چاک کر ڈالا ھے اپنا تو نے سینہ بھی یقین
پھاڑتا ھے اس طرح کوئی گریباں العیاذ

اب جو اُڑ بیٹھیں قفس کے بام پر مقدور نہیں
حیف ھم آگے نہ بوجھے اپنے بال و پر کی قدر

شاخ گل کو سرخ جیوں شمشیر کرتی ھے بہار
قتل میں بلبل کے کب تقصیر کرتی ھے بہار

یہ زمیں سیلاب سے ھوتی نہیں ھے چاک چاک
دشت کی چھاتی پھٹتی ھے سن کے دیوانے کا شور

دل ھمیں کہہ کر چلا تھا اپنے جانے کی خبر
پھر نہ دی ھم کو کسی نے اُس دوانے کی خبر

بلبلیں پیہم چلی جاتی ھیں باغوں کی طرف
کچھ تو اُڑتی سی سنی ھے گل کے آنے کی خبر

توقع دیکھ مت کہہ ناامیدی کے سخن بس کر
جواب تلخ مت دے مجکو اے شیریں دھن بس کر

پھوک کر جی نکل جاوے گا بلبل کی طرح میرا
کھلا بند گریباں کو نہ رکھ اے گلبدن بس کر

کیا مری مژگان تر کے ابر نے ڈالا ھے شور
آج بادل بے طرح اُمڈے ھیں یہ برسیں گے زور

خال گورے منہہ کا لیتا ھے مرے دل کو چرا
اس نگر میں چاندنی راتوں میں بھی پڑتے ھیں چور

گریباں پھاڑتے ھیں دیکھ خوبان چمن کھوں کو
نکہتے چاک ناصح اس ھوا میں پیرھن کھوں کر

درد مندوں کے تو لیتا ھے عبث خوں کا وبال
مر رھے ھیں آپ ھی ان ناتوانوں کو نہ چھیڑ

خوش نہیں آتا ھے بن مجنوں ھمیں صحرا ھنوز
ان غزالوں سے ھمارا جی نہیں لگتا ھنوز

آگے لبوں کے ھو نہ سکا خط یار سبز
ھوتا ھے کب شراب کے آگے خمار سبز

بعد مرنے کے بھی ھوں گور میں غمناک ھنوز
گرد پھرتے ھیں مری خاک کے افلاک ھنوز

آپ سے ھم نے مقرر کی ھے اپنی جا قفس
ورنہ تک پھڑکیں تو ھو جاے تہہ و بالا قفس

تو نہ تھا حیف یقیں ورنہ دوانا ھوتا
آج اس طرح کا دیکھا ھے پری زاد کہ بس

نزع ھیں یار مجھے دیکھ جھجھک کر بولا
کیا بری طرح سے مرتا ھے یہ بیمار کہ بس

جس طرح سے ڈھونڈتے ھیں لوگ خاطر ھاے شاد
اس طرح رھتا ھے مجکو جان محزوں کا تلاش

ترے ستم سے مرا جی یہ کچھ دھڑکتا نہیں
خوشی سے قتل کی کرتا ھے جان محزوں رقص

فصل جاتی ھے یقیں اور با غباں سے ایک بار
کوئی کرتا نہیں ھمارے باغ جانے کی عرض

بہت خدا کے واسطے دلبراں سے اختلاط
کفر ہے حق میں مسلماں کے بتاں سے اختلاط

کعبے بھی ہم گئے نہ گیا پر بتوں کا عشق
اس درد کی خدا کے بھی گھر میں دوا نہیں

بلائے عشق سے کچھہ چھوٹنے کی راہ نہیں
بغیر سے کدہ یارو کہیں پناہ نہیں

قیدی اس سلسلۂ عشق کے اب کم ہیں یقیں
دل آزاد بہت جان گرفتار کہاں

وہ کون دل ہے جہاں جلوہ گر وہ نور نہیں
اس آفتاب کا کس ذرے میں ظہور نہیں

کوئی شتاب خبر لو کہ بے نمک ہے بہار
چمن کے بیچ دوانوں کا اب کے شور نہیں

مجھکو اب سیر و تماشا سے شناسائی نہیں
تجھہ بن اے نور بصر کچھہ مجھہ میں بینائی نہیں

بن یقوں کے باغ میں جا کر بتاں کہتے ہیں سب
سیر گل میں جی نہیں لگتا وہ سودائی نہیں

گالی بھی پی گئے ہیں ماریں بھی کھائیاں ہیں
کیا کیا تری جفائیں ہم نے اُٹھائیاں ہیں

شکوہ جفا سے یار کی کرتا وفا نہیں
بندوں کو اعتراض خدا پر روا نہیں

جور و جفا کا اُن سے تعجب نہ کر یقیں
یہ سنگدل بتاں ہیں نہ آخر خدا نہیں

قامت رعنا سے تیرے بسکہ شرما تا ہے سرو
دیکھکر تجکو زمیں کے بیچ گڑ جاتا ہے سرو

کیا سجدہ یقیں نے دیکھہ اُس محراب ابرو کو
برہمن تو رہا مسجد میں بتخانے سے کہہ دیجیو

اسیران قفس کی نا اُمیدی پر نظر کیجو
بہار آوے تو اے صیاد مت ہم کو خبر کیجو

گرہ کھولو نہ زلف یار کی شانے کو مت چھیڑو
چھٹو مت دل کی زنجیر ایسے دیوانے کو مت چھیڑو

کوئی مجھہ سے نہ بولو مستعد مرنے کا بیٹھا ہوں
خلافت خود کشی کی دے گیا ہے گوہ کن مجکو

کھڑا سرو نپٹ بن کے قد * رعنا ہو
جو یار پردے سے نکلے تو کیا تما شا ہو

خدا کرے کہ کہوں حق شتاب ثابت ہو
مت امتحان وفا میں یقیں کے دیر کرو

عشق میں داد نہ چا ہو کہ سدا ہم نے نہیں
عدل وانصاف کا اس ملک میں دستور کبھو

اُس رخ صاف کے آگے نہ رکھو آئینہ
میں مکدر ہوں مجھے اور مکدر نہ کرو

لے کے دل کرتے ہو ثابت دکھہ کے ماروں کا گناہ
جان و دل دینے میں کیا ہے ان بچاروں کا گناہ

---

* ن بن بنا کے

کروں میں کیوں کہ قید زلف سے چھوٹنے کی تدبیریں
پڑی ہیں میری ہر انگشت میں جیوں شانہ زنجیریں

جب دیکھتا ہوں تنہا تجکو سجن چمن میں
کس کس طرح کی باتیں آتی ہیں میرے من میں

اُٹھ گیا کہتے ہیں دیوانہ یقیں عالم سے ہائے
ان نے کیا آباد کر رکھا تھا ویرانے کے تئیں

ہائے میرا ہاتھ مت پکڑو کہ جیب گل کی طرح
چاک ہی کرتا ہے اس میرے گریباں کے تئیں

کرتا ہے کوئی یارو اس وقت میں تدبیریں
مرتا ہے یہ دیوانہ اب کھول دو زنجیریں

عمر آخر ہے جنوں کی نو بہاراں پھر کہاں
ہات مت پکڑو مرا یارو گریباں پھر کہاں

یار کے قد کو نہ دے سرو سے تشبیہ یقیں
سر کشی میں تو مسلم ہے پہ طناز نہیں

یقیں مارا گیا جرم محبت پر زہے طالع
شہادت اس کو کہتے ہیں سعادت اس کو کہتے ہیں

کیا فرہاد نے جو کچھ محبت اس کو کہتے ہیں
دیا جی بات کے کہنے میں ہمت اس کو کہتے ہیں

یقیں سے جاتے بلتے کی خبر کیا پوچھکر لوگے
پڑا ہوگا دوانا سوختہ سا کنج گلخن میں

یہ سینہ عشق سے محروم درد و داغ نہیں
ہزار شکر کہ یہ ملک بے چراغ نہیں

بلاے عشق سے کچھہ چھوٹنے کی راہ نہیں
بغیر سے کدہ یارو کہیں پناہ نہیں

عاشقوں پر جبر کرتے ہیں یقیں یہ خوبرو
کچھہ نہیں بالله ان بے اختیاروں کا گناہ

صفت نہیں لیتے وفا کو شہر خوباں میں یقیں
کس قدر بے قدر ہے یہ جنس نایابی کے سات

بہار آئی ہمیں کیا حکم ہے اے باغباں سچ کہہ
چمن میں رہنے پاوے گا ہمارا آشیاں سچ کہہ

کچھہ عمر میں نہیں باقی ساقی تو شتاب آجا
ڈرتا ہوں چھلک جاوے لبریز سے پیمانہ

عشق کے بھی کارخانے کی عدالت دیکھہ لی
بوالہوس جیویں مریں ہم اے محبت واہ واہ

جب ہوا معشوق عاشق دلربائی کیا کرے
بندگی جن نے خو کی وہ خدائی کیا کرے

عشق میں ملتی نہیں راحت مگر جیوں کو ہکن
جان شیریں دیجے تب خواب شیریں کیجے

کیا دل ہے اگر جلوہ گہہ یار نہو وے
ہے طور سے کیا کام جو دیدار نہو وے

اگر پاوے گلی تیری تو بلبل گلستاں بھولے
ترا نقش قدم دیکھے تو اپنا آشیا بھولے

چھوٹے ہم زندگی کی قید سے اور داد کو پہنچے
وصیت ہے ' ہمارا خون بہا جلاد کو پہنچے

بہار آئی بجاؤ عندلیبو ساز عشرت کے
گئیں حسرت کی وے راتیں گئے وے دن مصیبت کے

پریشاں خاک سے اُگتا ہے سنبل اس سے ظاہر ہے
کھلے ہیں موے لیلی اب تلک ماتم میں مجنوں کے

بتاں کی پادشاہی کے سپہ سالار عاشق ہیں
بٹھاے کوهکن نے بے ستوں میں نقش شیریں کے

نہ بجھنے دیجو اُس کو گرم رکھیو آہ و نالے سے
یہ دل ہے مشت خاکستر کا تیری اخگرا ے قمری

یقیں کے واقعے کی سن خبر وہ بد گماں بولا
یہ دیوانہ کچھہ ایسا تو نہ تھا بیمار کیا کہیے

عبث پالی تھی سینے بیچ آہ بے اثر ہم نے
یہ کیوں اس خاک میں بویا تھا نخل بے ثمر ہم نے

نہ پوچھو تو کہ کیا یہ سر زمیں مجنوں کا مدفن ہے
چلی آتی ہیں شور باویں اس بیاباں سے

یار کب دل کی جراحت پہ نظر کرتا ہے
کون اس کوچے میں جز تیر گزر کرتا ہے

درختوں سے نہ دے تشبیہہ اس قد کو یقیں ہرگز
وہ اٹھکھیلی سے چلنے کی طرح شمشاد کیا جانے

اگر زنجیر میرے پانوں میں ڈالی تو کیا ہوگا
بہار آنے دو میرا ہاتھہ ہے اور یہ گریباں ہے

گئی یہ کہکر آنے سے خزاں کے پیشتر بلبل
پھر ان آنکھوں سے کھوں کر دیکھہ سکے گا چمن خالی

دعا مستوں کی، کہتے ہیں 'یقین' تاثیر رکھتی ہے
الٰہی سبزہ جتنا ہے جہاں میں تاک ہو جاوے

اس طرح رونے میں آنکھوں کا خدا حافظ یقین
دیکھیے یہ خانماں اس روے ڈوبے یا ترے

یہ کون ڈھب ہے سجن خاک میں ملانے کی
کسو کا دل کبھی پانوں تلے ملا بھی ہے

اگر برباد جاوے خاک میری کیا تعجب ہے
فلک جب چرخ میں آتا ہے تیرے دور داماں سے

نہیں ہے جام مے بن کچھ ہمارا خوں بہا ساقی
اس آب زندگی سے اپنے ماروں کو جلا ساقی

جو سر پانوں پہ رکھ دیجے تو خوش ہوویں بتاں ہم سے
ولیکن ہائے ہو سکتی ہے یہ جرأت کہاں ہم سے

'یقین' زنجیر میں ہے تب تو عالم میں نہیں چہلیں
ٹک اک چھوٹے یہ دیوانہ ابھی دھومیں مچا دیوے

نہ دے برباد خار آشیاں کو عندلیباں کے
صبا یہ بھی ہوا خواہوں میں ہے آخر گلستاں کے

مرے آنسو بھی مارے ضعف کے اب چل نہیں سکتے
کیا ہے عشق مجکو ہائے ایسا ناتواں تو نے

نظر آتا نہیں ثابت گریباں ایک غنچہ کا
چمن پر یہ ستم کرتا ہے اے باد صبا کوئی

شب ہجراں کی وحشت کو تو اے بےدرد کیا جانے
جو دن پڑتے ہیں راتوں کو مجھے تیری بلا جانے

گریباں چاک کرنے سے کسو کے تجکو کیا ناصح
ھمارا ھات جانے اور ھمارا پیرا ھن جانے

اگر دیتے ھو دل کی داد جتنا اس کا جي چاھے
تو کرنے دو اسے فریاد جتنا اس کا جی چاھے

نہیں کوئی که اخبار اس کے ھم تک یا دعا لاوے
گیا ھے دل اب اس کو دیکھئے کب تک خدا لاوے

' یقین' بےجا بھی میں کرتاھوں بے صبری که ڈرتاھوں
محبت بیچ لگ جاوے کہوں ننگ شکیبائی

بہار آئی ھے کیسا چاک جیب پیرھن کرنے
جواب ھم جیتو ھوتے تو کیا دیوانه پن کرتے

مقابلے میں وفا کے جو یه جفا ھو وے
کبھو کسو سے کوئی کیوں کر آشنا ھو وے

موا جاتا ھوں مت اتنا بھی کس کر گوندہ بالوں کو
تک اک ڈھیلی تو کردے جان زنجیر اس دوانے کی

زنجیر میں بالوں کے پھنس جانے کو کیا کہیے
کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیے

دکھہ تو دیتا ھے کروں تجکو بھي حیراں تو سہی
باغباں اب کے اجارے لوں گلستاں تو سہی

اپنے بندوں کو جلا کر داغ کرتے ھیں یقین
ان بتاں کی ضد سے ھوجاؤں مسلماں تو سہی

موے ھم فصل گل آنے سے پہلے ھی خدا جانے
که کہا کیا شوخیاں ھم سانھه یه ظالم ھوا کرتی

دل روشن کے تئیں لگتی ہے کب ظلمت نظارے کی
صفا میں آئنے کی کب خلل آتا ہے صورت سے

مفت کب آزاد کرتی ہے گرفتاری مجھے
جی ہی آخر لے کے چھوڑے گی یہ بیماری مجھے

ان پری زاد جوانوں نے کیا پیر مجھے
کر دیا ضعف سے جیوں سایہ زمیں گیر مجھے

ناصح اس کی سوزن مژگاں سے کھینچوں کیوں کھات
زخم کو ٹانکے نہ دے اپنے تو گھائل کیا کرے

محبت کے مزوں کو کب ہر اک پیر و جواں سمجھے
جو ابراہیم ہو آتش کدے کو گلستاں سمجھے

کرتے ہیں اپنے بال دکھا مبتلا مجھے
اس پیچ سے بتاں کے نکالے خدا مجھے

اجل نہ چھوڑے گی آخر یقیں کو لازم ہے
کہ اپنے سر کو ترے پانوں پر نثار کرے

یقین جاتا رہا گر بلبلوں کے ساتھ جانے دے
کوئی اس بے مروت دل کو اپنے پاس کیا رکھے

حیا و شرم سے کیونکر کوئی حذر نہ کرے
ادب سے تجھ پہ کوئی کب تلک نظر نہ کرے

حق مجھے باطل آشنا نہ کرے میں بتوں سے پھروں خدا نہ کرے

ترا خورشید سا منہ دیکھ کر پھولوں کی جان لرزے
ترا قد چھو کے باؤ آوے تو سرو گلستاں لرزے

وہ بلبل کیوں کہ ہووے خار و خس سے مختلط جس کا
نسیم و گل سے مارے نازکی کے آشیاں لرزے

—— * ——

یکرنگ

معنی یاب بے درنگ مصطفی خاں 'یکرنگ'
با آبرو یک طرح بودہ و تلاش معنیء تازہ نمودہ رتبۂ
سخنش بلند است و پایۂ شعرش ارجمند —

یکرنگ پاس اور سجن کچھہ نہیں بساط
رکھتا ہے دو نین جو کبھو تو نظر کرے

لب شیریں سے بے زبانوں کو بولنا تلخ کام ہے تیرا
ہاتھہ اُٹھا جور اور جفا سے تو یہی گویا سلام ہے تیرا

زخمی برنگ گل ہیں شہیدان کربلا
گلزار کے نمط ہے بیابان کربلا

کھانے چلا ہے زخم ستم ظالموں کے ہاتھہ
دھو ہات زندگی ستی مہمان کربلا

سنتا نہیں ہے بات کسی کی تو اے سجن
تجکو ترا غرور نہ جانوں کرے گا کیا

خون دل کا مجھے شراب ہوا جگر سوختہ کباب ہوا

اِتا ہے مست اپنے حسن کی مے سے سجن میرا
کہ کھاتا ہے بیاں کرنے ستی لغزش سخن میرا

نہ کر گوہر ستی ہرگز برابر   اگر معلوم ہے رتبہ سخن کا

مجھے مت بوجھہ پیارے اپنا دشمن
کوئی دشمن بھی ہو ہے اپنی جاں کا

مرا دشمن ہوا 'یک رنگ' وہ شوخ
کیا کیوں عشق میں نے آشکارا

کم نہیں کچھہ بوے گل سیتی فغان عندلیب
برگ گل سے ہیگی نازک تر زبان عندلیب

زبان شکوہ ہے مہندی کا ہر پات   کہ خوبوں نے لگائے ہیں مجھے ہات

مسخر حسن کے شاہ و گدا ہیں   رکھے ہیں خوبرو ظاہر کرامات

خیال چشم و ابرو کر کے تیرا   کوئی مسجد پڑا کوئي خرابات

سچ کہے جو کوی سو مارا جاے   راستي ہیگی دار کی صورت

بنا برمصلحت ہے یہ جو تم سے   رہا ہے روٹھہ دن دو چار 'یکرنگ'

تا گلے تیرے لگوں اے یار میں   روٹھتا ہوں اس سبب ہربار میں

کیوں کھینچتے ہو تیغ صنم ہم میں دم نہیں
پنہاں نگہہ تمہاری یہ گپتی سے کم نہیں

کہتے ہیں ہم پکار سنو کان دھر سجن
گر غیر سے ملوگے تو دیکھو گے ہم نہیں

تجھہ زلف کا یہ دل ہے گرفتار بال بال
'یکرنگ' کے سخن میں خلاف ایک مو نہیں

دل مرا لے کے جو دبدا میں پڑے ہو اس بھانت
کیا سجن اس کا کوئی جگ میں خریدار نہیں

پارسائی اور جوانی کیوں کہ ہو　　اک جاگہ آگ و پانی کیوں کہ ہو

اس پری پیکر کو مت انسان بوجھ
شک میں کیوں پڑتا ہے اے دل جان بوجھ

برگ حنا اُپر لکھو احوال دل مرا
شاید کبھو تو جا لگے اس دل ربا کے ہات

گر خبر لینی ہے تو لے صیاد　　ہات سے یہ شکار جاتا ہے

لگے ہے جا کے کانوں میں بتاں کے
سخن 'یکرنگ' کا گویا گہر ہے

کیا جانیے وصال ترا ہو کسے نصیب
ہم تو ترے فراق میں اے یار مر گئے

نہ تو ملنے کے اب قابل رہا ہے　　نہ مجکو وہ دماغ و دل رہا ہے

اب تو تمہیں نبا ہے ہی ہم سے سجن بنے
ہم سب طرف سے ہار تمہارے گلے پڑے

— * —

یکرو

عبد الوہاب یکرو شاگرد آبرو است و فکرش برجستہ
است و شعرش شستہ :-

دل پر مرے ہیں داغ ترے ہجر کے کئی
گننے میں جن کے عمر مری سب گزر گئی

---)*(---

الحمد الموفور المتمم الامور که این تالیف روح افزا زیب اتمام گرفت و زینت اختتام پذیرفت و حالات شریف و مقالات لطیف ریختہ گویاں حسن انجام و حلیۂ انصرام یافت لیکن بر خاص و عام از ذرہ تا خورشید روشن است که احصاے افراد این نوع و احاطه اشخاص این (؟) فوق طلب بشری است و آسامی شعراء نامی که بحیطه تحریر و حوزۂ تسطیر آمده ، بحسب استقراء علم خود بود و الا حصر آن را تتبع و تفحص چون منے متکفل نمی تواند شد ۔

ختم الله بالحسنی فی خامس محرم الحرام المنتظم فی سلک عام ستة و ستین و مائة بعد الالف من الهجرة المبارکة النبویة حامداً لله وحده حق حمده و مصلیاً علی رسوله و آله و اصحابه من بعده حررہ عبد المشتاق الی رحمة ربه الغنی فتح الله عو بعلی الحسینی الگردیزی عفی عنه ۔

تمت الکتاب بعنوان الملک الوهاب در بلدۀ فرخنده
بنیاد حیدرآباد ابد بنیاد بحسب الفرمائش حضرت سید
عبدالولی صاحب عزلت تخلص با تمام رسیده کاتب الحروف
سید عبدالنبی ابن سید محمود ابن میر محمد رضا
اصفهانی غفر الله تعالی - تحریر فی التاریخ غرۀ شهر
شعبان المعظم سنه ۱۱۷۲ یک هزار و یک صد و
هفتاد و دو من الهجریة النبویة صلی الله علیه و آله و سلم -

تمت تمام شد

اردو

یہ انجمن کا سہ ماہی رسالہ ہے جس میں ادب اور زبان کے ہر پہلو پر بحث کی جاتی ہے اور محققانہ اور تنقیدی مضامین درج ہوتے ہیں ہندوستان بھر میں یہی ایک خالص ادبی رسالہ ہے جو اس اہم خدمت کو خاص حیثیت سے انجام دے رہا ہے - اردو مطبوعات اور رسالوں پر اس کے تبصرے امتیازی شان رکھتے ہیں۔

چندہ سالانہ مع محصول ڈاک سات روپے سکۂ انگریزی

[آٹھ روپے سکہ عثمانیہ]

سائنس

انجمن ترقی اردو کا سہ ماہی رسالہ

جس کا مقصد یہ ہے کہ سائنس کے مسائل اور خیالات کو اردو دانوں میں مقبول کیا جائے. دنیا میں سائنس کے متعلق جو نئی نئی بحثیں یا ایجادیں اور اختراعیں ہو رہی ہیں یا جو جدید انکشافات وقتاً فوقتاً ہوتے ہیں، ان کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا جائے - ان تمام مسائل کو حتی الامکان صاف اور سلیس زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی جاتی ہے - اس سے اردو زبان کی ترقی اور اہل وطن کے خیالات میں روشنی اور وسعت پیدا کرنا مقصود ہے —

سالانہ چندہ سات روپے سکۂ انگریزی (آٹھ روپے سکۂ عثمانیہ)

امید ہے کہ اردو زبان کے بہی خواہ اور علم کے شائق اس کی سر پرستی فرمائیں گے —

المشتہر

انجمن ترقی اردو اورنگ آباد (دکن)

Anjuman -i- Tarraqqi -E- Urdu Series No. 76.

Tadzkirah-i-Rekhta Guyan

A Biographical Anthology of Rekhta Poets

by

Syed Fath Ali Husaini Gurdezi

Edited by

MOULVI ABDUL HAQ, B.A., (ALIG.)

—:)❂(:—

PRINTED AT THE "ANJUMAN URDU PRESS"
AURANGABAD, (DECCAN)
1933